MALIK JI
25-Jul-14

محمود فاروق فرزانہ اور
انسپکٹر جمشید سیریز

پیغام کا بھوت

اشتیاق احمد

سکین بائے ملک جی

صفحات 211

پی ڈی ایف مارٹ

MALIK JI
25-Jul-14

تحریر

کمرہ نمبر تین سو نو کے سامنے پہنچ کر وہ رکا، ایک نظر ادھر ادھر ڈالی اور پھر گھنٹی کا بٹن دبا دیا— دروازہ فوراً ہی کھل گیا، اس نے دیکھا، اندر ایک سیاہ پوش موجود تھا— سر سے لے کر پیر تک سیاہ کپڑوں میں چھپا ہوا شخص، اس نے فوراً ہی دروازہ بند کر لیا اور کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا:

"تشریف رکھیے مسٹر کانگو"

"مجھے اس طرح بلائے جانے پر ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی اور نہ آپ کو سیاہ کپڑوں میں دیکھ کر کوئی الجھن ہوئی— مجھ سے کام لینے والا ہر شخص یہی کچھ کرتا ہے، حیرت صرف اس بات پر ہے کہ آپ نے اس ہوٹل کا انتخاب کیوں کیا ہے— ہماری ملاقات کسی ویرانے میں ہوتی تو

MALIK JI
25-Jul-14

تھا۔ اب مجھے یہاں آتے ہوئے کئی لوگوں نے دیکھا ہے۔ جاتے ہوئے بھی میں ان کی نظر میں آؤں گا۔ اور یہ کوئی اچھی بات نہیں۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی۔ واقعی دیرانہ درست رہتا۔ لیکن خیر۔ اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ اب تو غلطی ہو چکی ہے۔"

"ہوں! ٹھیک ہے۔ آپ کو ایک احتیاط کرنا ہو گی، اور وہ یہ کہ آپ دوبارہ اس ہوٹل میں کبھی نہ آیئے گا۔ صاف ظاہر ہے، آپ اس سیاہ لباس میں تو ہوٹل میں داخل ہوئے نہیں ہوں گے۔"

"ہاں! میں عام لباس میں یہاں آیا تھا۔ لیکن میرے بیگ میں یہ لباس تھا، یہ میں نے صرف آپ کے لیے پہنا ہے مسٹر کانگو۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں، آپ کا پیشہ کیا ہے۔ آپ سے کام لینے والے بھی جانتے ہیں، لہذا انھیں یہ احتیاط کرنا پڑتی ہے۔ لیکن اب میں کام کی بات شروع کروں۔"

"اسی لیے تو یہاں آیا ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"سنیے مسٹر کانگو۔ میں جانتا ہوں۔ آپ کرائے کے قاتل ہیں۔"

"یہ مجھ پہ سراسر الزام ہے۔" کانگو پرسکون انداز میں مسکرایا۔
"اچھا خیر۔ یونہی سہی۔ میں آپ سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔"
"میں جو خدمت کر سکا۔ اس سے انکار نہیں کروں گا۔"
"ایک شخص ہے۔ سیٹھ قاسم کانگڑی والا۔ میں چاہتا ہوں۔ آپ اس کا کام تمام کر دو۔"
"میں یہ کام نہیں کرتا۔" کانگو بولا۔
"کیا میری اطلاعات غلط ہیں؟"
"ہاں! بالکل غلط۔ کیا اب میں جا سکتا ہوں۔"
"نہیں! ابھی میری بات مکمل نہیں ہوئی۔ اچھا کیا آپ سیٹھ قاسم کانگڑی والا کو اغوا کر سکتے ہیں۔ اسے کہیں غائب کر سکتے ہیں۔ ایک خاص مدت کے لیے۔ یعنی جب تک کہ میں چاہوں۔"
"نہیں! میں ایسے کام بھی نہیں کرتا۔ آپ کو میرے بارے میں واقعی غلط اطلاعات ملی ہیں۔"
"تب پھر۔ آپ کیا کام کرتے ہیں۔ مجھ جیسے ضرورت مند لوگوں میں آپ کا نام کیوں اس قدر مشہور ہے۔"
"آپ کو کسی سے قرض لینا ہے۔"
"نہیں!" اس نے فوراً کہا۔
"اگر لینا ہوتا۔ تو میں آپ کو وہ قرض واپس دلوا

سکتا تھا اور اس کام کا معاوضہ آپ سے وصول کر لیتا۔"

"نہیں! مجھے اس قسم کا کوئی کام نہیں لینا۔ اچھا تو پھر ٹھیک ہے۔ ہماری اس ملاقات کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، لہٰذا آپ جا سکتے ہیں۔"

"شکریہ!" یہ کہہ کر کانگو اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ لیکن باہر نکل کر وہ مڑا اور اشارے سے سیاہ پوش کو باہر بلایا۔ سیاہ پوش دروازے تک تو آ گیا، لیکن وہ باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ کیوں کہ سر سے پیر تک سیاہ لباس میں چھپا ہوا تھا۔ کانگو کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ اس نے وہ کاغذ اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا، اس پر لکھا تھا:

"اگر مجھ سے کوئی کام لینا ہے تو اس کا یہ طریقہ نہیں آپ باہر آ کر برآمدے میں بات کریں۔"

سیاہ پوش کو ایک جھٹکا سا لگا۔ پھر اس نے سیاہ لباس اتار دیا۔ اب وہ ایک شریف صورت آدمی نظر آیا۔ وہ کمرے سے نکل کر برآمدے میں آ گیا۔ کانگو اسے اس کے کمرے سے دور لے آیا اور بولا:

"میں نے آپ کو اب بھی نہیں پہچانا۔ اور نہ پہچاننے کی ضرورت ہے۔ میں یہ بات بھی جانتا ہوں کہ آپ نے

ملاقات کے لیے کوئی ویرانہ کیوں پسند نہیں کیا۔ اس لیے کہ آپ نے کمرے میں میری تمام گفتگو ریکارڈ کرنے کا پروگرام بنایا تھا اور آپ کا خود کار کیمرہ جو خفیہ جگہ رکھا تھا۔ میری تصاویر بھی اتار رہا تھا۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ میں نہ تو کرائے کا قاتل ہوں۔ نہ لوگوں کو اغوا کرتا ہوں۔"

"اوہ!" اس شخص کے منہ سے نکلا۔

"اب بتائیے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"سیٹھ قاسم کانگڑی والا۔ اس کا کانٹا نکال دو۔"

"آپ جانتے ہیں۔ سیٹھ قاسم بہت مشہور آدمی ہے۔ شہر کا بہت بڑا رئیس ہے۔ اس کے تعلقات کتنے بڑے بڑے آفیسرز سے ہیں۔ اس کی حفاظت کے لیے تین گارڈ ہر وقت اس کے پاس رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ سوتے وقت بھی وہ تینوں جاگ کر اس کی حفاظت کرتے ہیں۔"

"ہاں! جانتا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"اور ان حالات میں بھی آپ کہہ رہے ہیں کہ اسے ختم کر دوں۔"

"اگر آپ یہ کام نہیں کر سکتے تو ٹھیک ہے۔ آپ تشریف لے جائیے۔ میں کرائے کے کسی اور آدمی کا انتظام کر لوں گا۔"

MALIK JI
25-Jul-14

"میرا ایک اصول ہے مسٹر۔" کانگو نے جل کر کہا۔

"اپنا اصول مجھے بھی سنا دیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"جب تک میں اپنے موکل کا اصلی چہرہ نہ دیکھ لوں۔ اس وقت تک اس کا کام نہیں کیا کرتا۔"

"تاکہ پھر تمام زندگی تم اسے بلیک میل کر سکو۔"

"میں ایسا کام نہیں کرتا۔"

"کسی کے چہرے پر نہیں لکھا ہوتا کہ وہ کیا کام کر سکتا ہے اور کیا نہیں کر سکتا۔" اس نے بھی جھلا کر کہا۔

"بہرحال — اگر آپ اپنا اصل چہرہ مجھے نہیں دکھا سکتے، تو میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔" یہ کہہ کر وہ جانے کے لیے مڑ گیا، لیکن ابھی چند قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ اس کی آواز نے قدم روک لیے:

"ٹھیک ہے — میں آپ کو اپنا اصل چہرہ دکھاتا ہوں — اور معاوضہ بھی معقول ہو گا۔"

"پہلے چہرہ —" وہ مسکرایا۔

"ہم کمرے میں نہ چلیں؟"

"نہیں — صرف آپ جا کر میک اَپ اتار آئیں۔" کانگو مسکرایا۔

"اپنے کام کے بہت پکے ہیں آپ۔" وہ آدمی مسکرایا۔

"اسی لیے تو پولیس آج تک مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکی۔" اس نے کہا۔

"اچھا! میں دو منٹ میں آیا۔"

یہ کہہ کر وہ آدمی اپنے کمرے میں چلا گیا — جب دو منٹ بعد باہر نکلا تو کانگو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اس کے منہ سے نکلا:

"اوہو — یہ آپ ہیں — آپ اور سیٹھ قاسم کانگڑی والا کو قتل کرانا چاہتے ہیں۔"

"ہاں! یہ اب میرے لیے بہت ضروری ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے — اب میرا اطمینان ہو گیا — معاوضے کی بات ہو جائے۔"

"پانچ لاکھ کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"بہت کم ہیں — اس کام میں انسان خود بھی پھانسی کی تختے تک پہنچنے کا خطرہ مول لیتا ہے۔"

"اچھا تو پھر دس لاکھ روپے۔"

"ہاں! یہ بات ٹھیک ہے — دس لاکھ کی ادائیگی بالکل نقد ہو گی۔"

"میں نصف رقم لے کر آیا ہوں — بقیہ نصف کام ہو جانے

MALIK JI
25-Jul-14

کے بعد —"

"بہت خوب! اب آپ کا کام ہو جائے گا — بقیہ رقم میں وصول کرنے خود آؤں گا۔"

"لیکن مسٹر کانگو! آپ مجھے بلیک میل نہیں کر سکیں گے۔"

"میں نے تو ایسی کوئی بات سوچی بھی نہیں۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"یہ کام کب تک ہو جائے گا۔"

"بس چند دن لگیں گے — آج سے ہی میرے آدمی اس کی نگرانی شروع کر دیں گے — ایک دو دن میں ہم سب جان لیں گے کہ سیٹھ قاسم کے معمولات کیا ہیں — وہ کس وقت گھر میں ہوتے ہیں — کب گھر سے باہر نکلتے ہیں — کہاں کہاں آتے جاتے ہیں — یہ تمام باتیں معلوم کرنے کے بعد ہم سوچیں گے کہ ان پر کہاں ہاتھ ڈالا جائے — آپ فکر نہ کریں، ہم کچا کام نہیں کرتے۔"

"میں جانتا ہوں — میں رقم لے آؤں۔" یہ کہہ کر وہ پھر کمرے میں داخل ہوا، واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا:

"گننے کی ضرورت نہیں — پورے ہیں۔"

کانگو بریف کیس لے کر چلا گیا — وہ آدمی اپنے کمرے

MALIK JI
25-Jul-14

میں واپس آیا اور دروازہ بند کر لیا — تھوڑی دیر بعد وہ کمرے سے نکلا تو اور ہی حلیے میں تھا — پرسکون انداز میں چلتا ہوا وہ نیچے آیا اور ہال سے نکلتا چلا گیا — اس نے ہال میں بیٹھے ہوئے کانگو کو بھی دیکھ لیا تھا — وہ دل ہی دل میں مسکرایا — اس نئے میک اپ میں کانگو اسے نہیں پہچان سکا تھا — باہر نکل کر اس نے ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس نے اپنا کام بخیر و خوبی کیا تھا — لہذا اس کے چہرے پر ایک کامیاب مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

فون کی گھنٹی بجی — محمود نے فوراً ریسیور اٹھایا — دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی:

"ہیلو — انسپکٹر جمشید صاحب سے بات کروں گا۔"

"وہ ابھی نہیں آئے — کون صاحب بات کر رہے ہیں۔"

"سیٹھ قاسم کانگڑی والا۔"

"اوہ اچھا — آپ پندرہ منٹ ٹھہر کر فون کر لیجیے گا — یا پھر مجھے بتا دیں — کیا کام ہے۔"

"کام میں اُنہی کو بتا سکوں گا — لیکن وقت بہت نازک ہے۔"

"جی ہاں! وقت واقعی بہت نازک چیز ہے — ہر سیکنڈ ٹوٹتا پھوٹتا ہے۔" محمود بولا۔

"کیا مطلب؟" سیٹھ قاسم نے چونک کر کہا۔

"جی کچھ نہیں — ایسے ہی ایک بات منہ سے نکل گئی۔"

"اچھا خیر — میں پندرہ منٹ بعد فون کروں گا۔" دوسری طرف سے جھلا کر کہا گیا۔

"ان صاحب کو کیا پریشانی لاحق ہو گئی ہے۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کن صاحب کو — کون حضرت تھے فون پر —" فاروق بولا۔

"سیٹھ قاسم کانگڑی والا۔"

"اوہو! یہ تو بہت مشہور آدمی ہے۔" فرزانہ چونکی۔

"ہو گا — ہمیں کیا — لیکن یہ کانگڑی والا کیا بلا ہے۔"

"اس کے آبائی گاؤں کا نام کانگڑی ہو گا۔" محمود بولا۔

"یہ تو پھر ایسا لگتا ہے — جیسے کوئی کیس پلے پڑنے والا ہے — جب کہ ابھی پچھلے کیس کی تھکن بھی نہیں اتار پائے۔" فاروق فکرمندانہ انداز میں بولا۔

"تھکن ہو گی تو اترے گی نا —" فرزانہ مسکرائی۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے فرزانہ۔" محمود مسکرایا۔

"فرزانہ کا کیا ہے — یہ تو کہتی ہی بالکل ٹھیک ہے۔" فاروق جل گیا۔

غلط تم بھی نہیں کہتے۔" محمود مسکرایا۔

"تم تینوں کا لڑنے کا ارادہ تو نہیں۔" باورچی خانے سے بیگم جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"اس وقت تک تو نہیں — بن جائے تو کچھ کہہ نہیں سکتے۔" فرزانہ بولی۔

"میں تنگ آ گئی ہوں — تم ہر وقت لڑنے پر تلے رہتے ہیں۔" وہ بولیں۔

"اب کیا کریں امی جان — تکنے کے لیے اور کوئی چیز بچی جو نہیں۔" فاروق مسکرایا۔

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی:

"لیجیے — آ گئے ابا جان۔" محمود نے کہا اور تیزی سے اٹھ کر دروازے کی طرف لپکا — اس نے دروازہ کھولتے ہی کہا:

"السلام علیکم ابا جان۔"

"وعلیکم السلام۔" انسپکٹر جمشید بولے — ان کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی — اور ہاتھ میں ایک کاغذ رول کیا ہوا —

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

"خیر تو ہے:

"لو یہ پڑھ لو۔" وہ بولے۔

محمود نے کاغذ لیا۔ اسے سیدھا کیا اور صحن کی طرف بڑھتے ہوئے اسے پڑھنے لگا۔ انسپکٹر جمشید غسل خانے کی طرف چلے گئے۔

"کیا ہے بھئی۔" فرزانہ اور فاروق ایک ساتھ بولے اور اٹھ کر کاغذ پر جھک گئے۔ لیکن ذرا زیادہ جھک گئے۔ نتیجہ یہ کہ دونوں کے سر محمود کے سر سے ٹکرا گئے۔

"ہائیں۔ بہت دنوں بعد ناریلوں کے ٹکرانے کی آواز آئی ہے۔" بیگم جمشید خوش ہو کر بولیں۔

"اوہو۔ یہ کیا بھئی۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

ان کی نظریں کاغذ پر لکھی تحریر پر پھسلتی چلی گئیں، اور پھر وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔

"یہ کیا ہے بھئی۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"یہ تحریر کم از کم میرے پلّے تو پڑی نہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔ فرزانہ خاموش رہی۔ تو دونوں نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا ہم تمہاری خاموشی سے یہ اندازہ لگائیں کہ تحریر کا مطلب سمجھ چکی ہو۔"

"نہیں۔ تحریر میرے لیے بھی اسی قدر عجیب ہے۔ جتنی

کہ تمہارے لیے۔ میں تو حیران اس بات پر ہوں کہ یہ ابّا جان کے ہاتھ کیسے لگ گئی۔" فرزانہ مسکرائی۔

"ابّا جان کے باہر نکلنے تک کم از کم ہمیں اس تحریر کا کوئی نہ کوئی مطلب نکال لینا چاہیے۔ ورنہ شرمندہ ہونا پڑے گا۔" محمود بولا۔

"ہاں واقعی۔ خیر میں اسے پڑھتی ہوں۔ تم غور سے سنو۔ پھر ہم تینوں الگ الگ نتیجہ نکالنے کی کوشش کریں گے۔ دیکھتے ہیں، کون درست نتیجہ نکالتا ہے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"تجویز معقول ہے۔ پڑھنا شروع کرو۔" محمود مسکرایا۔

فرزانہ نے تحریر پڑھنا شروع کی:

"سورج جب ہر شام ڈھلتا ہے تو ایک نیا سورج روشن طلوع ہو جاتا ہے۔ لیکن اب ایک اور نیا سورج طلوع ہونے کو ہے۔ اس نئے سورج کا نام روبالٹ ہے۔ روبالٹ اس دنیا کا نجات دہندہ بن کر سامنے آئے گا۔ وہ ایک بھرپور کردار بہت جلد ادا کرے گا۔ یہی اس کا پیغام ہے۔ یہی اس کی اطلاع ہے۔"

روبالٹ کا پجاری

MALIK JI
25-Jul-14

فرزانہ تحریر پڑھ کر خاموش ہو گئی — اور ان کی طرف دیکھنے لگی:

"کچھ پتے نہیں پڑا — ایک بار پھر پڑھو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے۔" فرزانہ نے کہا اور پھر پڑھنے لگی — خاموش ہو کر اس نے پھر ان کی طرف دیکھا:

"نہیں بھئی — دھماکے کے وہی تین پات — لہٰذا پھر پڑھو۔"

فرزانہ نے ایک بار پھر پڑھا اور جل کر بولی:

"اب بھی کچھ پتے نہیں پڑا تو پھر تم خود پڑھنا شروع کرو، میری زبان اس قدر فالتو نہیں ہے۔"

"پہلے بتا دیا ہوتا — کہ کس قدر فالتو ہے۔" فاروق نے منہ بنایا اور کاغذ اس سے لے کر پڑھنے لگا — پھر نفی میں سر ہلا کر رکھ دیا — اب کاغذ محمود نے اٹھایا اور تحریر پڑھی، لیکن اس نے بھی نفی میں سر ہلایا —

اسی وقت غسل خانے کا دروازہ کھلا —

دھماکا

سب انسپکٹر اکرام کی جیپ تیز رفتاری سے چلی جا رہی تھی، کہ اچانک اسے بریک لگانا پڑے — ایک کار سڑک سے نیچے الٹی پڑی تھی — کار کا ڈرائیور اندر ہی پھنسا ہوا نظر آیا — وہ فوراً نیچے اترا — کار کے نزدیک پہنچا — اس کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ جام ہو چکا تھا — آخر اس نے کھڑکی کے راستے اسے باہر کھینچا — کار بری طرح تباہ ہو چکی تھی — ڈرائیور کی نبض پر ہاتھ رکھا تو وہ چل رہی تھی — اس نے فوراً زخمی کو کندھے پر ڈالا اور اپنی جیپ میں لٹا دیا پھر جیپ میں سوار ہونے ہی لگا تھا کہ اسے ایک رول کیا کاغذ لڑھکتا نظر آیا — بے خیالی کے عالم میں وہ اس کاغذ کی طرف بڑھ گیا — اسے اٹھا کر دیکھا تو اس پر ایک چھوٹی سی تحریر نظر آئی — اس نے جلدی جلدی تحریر کو پڑھا، لیکن کچھ پتے نہ پڑھا — آخر کاغذ کو بھی جیپ میں رکھا اور شہر کی طرف روانہ

MALIK JI
25-Jul-14

ہو گیا — وہ اس وقت ایک دوسرے شہر سے آ رہا تھا — آئی جی صاحب نے اسے کسی سرکاری کام کے سلسلے میں بھیجا تھا — واپسی پر اسے وہ کار الٹی نظر آ گئی —

زخمی کو اس نے ہسپتال پہنچایا اور وہاں موجود سٹاف کو اس کے بارے میں ہدایات دیں — پھر دفتر پہنچا — وہاں سے ایک ماتحت کو اس زخمی کی نگرانی کے لیے بھیجا — پھر آئی جی صاحب کو اپنی آمد کی اطلاع دی —

ایک گھنٹے بعد ماتحت نے اسے فون کیا کہ زخمی ہوش میں آ گیا ہے — وہ فوراً ہسپتال پہنچا — زخمی بالکل ٹھیک نظر آ رہا تھا :

"میں ہوں وہ شخص — جس نے آپ کو یہاں پہنچایا — آپ کی کار الٹ گئی تھی۔"

"آپ نے مجھ پر بہت احسان کیا — کیا میری کار وہیں پڑی ہے۔"

"ہاں ! وہ اس قابل نہیں رہی کہ اسے لایا جا سکتا۔"

"اوہ ! اس کا مطلب ہے — بُری طرح تباہ ہو گئی۔"

"ہاں ! یہی بات ہے — لیکن آپ اللہ کا شکر ادا کریں — کہ بچ گئے۔"

"جی ہاں — واقعی — ویسے — ایک ٹرک نے کار کو سائڈ

ماری تھی۔" اس نے بتایا۔

"کیا مطلب — سائڈ ماری تھی — یا لگ گئی تھی۔" اکرام نے چونک کر پوچھا۔

"جی نہیں — اس نے جان بوجھ کر ٹکر ماری تھی۔"

"آپ کو ٹرک کا نمبر تو یاد نہیں رہا ہو گا۔"

"اس وقت نمبر نوٹ کرنے کا ہوش کسے تھا۔" وہ غمگین انداز میں مسکرایا۔

"آپ کیا کام کرتے ہیں — اس سڑک پر کہاں سے آ رہے تھے۔"

"ساتھ والے شہر گیا تھا — میرے کچھ دوست ہیں وہاں — میں ایک ہوٹل میں ملازم ہوں — نائب منیجر —" اس نے جلدی جلدی بتایا۔

"کار آپ کی تھی — یا ہوٹل کی۔"

"ہوٹل کی —" اس نے کہا۔

"اس تحریر کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔" اکرام نے کاغذ اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا — اس کی آنکھوں میں الجھن ناچنے لگی — پھر اس نے جلدی سے کہا :

"معلوم نہیں — یہ کیسا کاغذ ہے — اور اس پر لکھی تحریر کا کیا مقصد ہے — یہ آپ کو کہاں سے ملا ؟"

MALIK JI
25-Jul-14

"آپ کی الٹی ہوئی کار کے پاس سے۔"

"میں نہیں جانتا — یہ وہاں کیسے پہنچا۔"

"اچھا خیر — آپ اپنے ہوٹل کا نام لکھوا دیں — اور اپنا بھی۔"

"ہوٹل داراب — میرا نام رضوان خالد ہے۔"

اکرام اس سے رخصت ہو کر دفتر پہنچا —

"خیر تو ہے بھئی — بہت دیر لگا دی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"سر وہ ہوش میں آ گیا ہے — اس کاغذ کے بارے میں اس کا کہنا ہے کہ کچھ نہیں جانتا — ویسے وہ ہوٹل داراب میں ملازم ہے اور نام ہے رضوان خالد۔"

"اس معاملے میں صرف یہ کاغذ اور اس پر لکھی تحریر عجیب ہے — ورنہ حادثات تو ہوتے ہی رہتے ہیں — ارے ہاں! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جس ٹرک نے اسے سائیڈ ماری تھی — یہ کاغذ اس ٹرک سے گرا ہو — خیر — سوال یہ ہے کہ اس تحریر کا کیا مطلب ہے —" یہ کہہ کر وہ اس تحریر کو پڑھنے لگے:

"سورج جب ہر شام ڈھلتا ہے تو ایک نیا سورج طلوع ہو جاتا ہے — لیکن اب ایک نیا سورج طلوع ہونے کو ہے اس نئے سورج کا نام روبالٹ

ہے، روبالٹ اس دنیا کا نجات دہندہ بن کر سامنے آئے گا، وہ ایک بھرپور کردار بہت جلد ادا کرے گا — یہی اس کا پیغام ہے — یہی اس کی اطلاع ہے، روبالٹ کا پجاری۔"

"میرے تو کچھ بھی پلے نہیں پڑ رہا۔" اکرام نے جھلا کر کہا۔

"خود میں بھی کچھ نہیں سمجھا — خیر — میں اس کاغذ کو گھر لے جاتا ہوں — محمود، فاروق اور فرزانہ کی عقلوں کو آزمائیں گے — شاید ان کی سمجھ میں کوئی بات آ جائے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔" اکرام نے فوراً کہا۔

عین اسی وقت آئی جی صاحب کا چپراسی اندر داخل ہوا:

"صاحب یاد فرما رہے ہیں۔"

"اوہ اچھا!" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے:

آئی جی شیخ نثار احمد کے چہرے پر الجھن کے بادل صاف نظر آ رہے تھے:

"آپ بہت پریشان ہیں۔"

"ہاں جمشید — میں نے بہت کوشش کی کہ پریشان نہ ہوں — لیکن پریشانی میرا پیچھا چھوڑنے پر کسی طرح تیار نہیں۔" انھوں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے، ایسی کیا بات ہو گئی؟"

"ملک میں کوئی نیا طوفان اٹھنے والا ہے — وہ طوفان کیا ہے، میں نہیں جانتا، لیکن طوفان کی آمد کے آثار محسوس ہو رہے ہیں۔" وہ بولے۔

"آخر کیسے سر —"

"اس طرح کہ شہر گوٹمان میں — قریباً ایک سال پہلے ایک عجیب واقعہ ہوا، پڑوسی ملک کے پچاس کے قریب آدمی جدید اسلحے سے لیس ہماری سرحد عبور کر کے داخل ہو گئے اور انھوں نے اچانک بھرے پرے بازار میں ہنستے عوام پر گولیاں برسانا شروع کر دیں، مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے آن کی آن میں خاک اور خون میں لوٹتے نظر آئے — ایک ہولناک بھگدڑ مچ گئی — یہ بات تو تمھارے علم میں ہو گی۔"

"جی ہاں سر! اور جب پولیس موقعے پر پہنچی، تو انھوں نے پولیس پر بھی گولیاں برسائیں — ان گنت پولیس والے بھی موت کا لقمہ بن گئے، پھر ان کی گردنیں کاٹ ڈالی گئیں — جسم درختوں سے لٹکا دیے گئے — آخر فوج بلانا پڑی — لیکن

اس وقت تک شہر میں خون کی ہولی خوب دل کھول کر کھیلی جا چکی تھی — فوج نے بہت مشکل سے ان غیر ملکیوں کو گرفتار کیا، اسلحے کے چار ٹرک بھی پکڑے گئے — یہ اسلحہ گویا وہ اپنے ساتھ لائے تھے — گویا ابھی ان کا تباہی اور ہلاکت کا اور بھی پروگرام تھا — یہ سب باتیں تو میرے علم میں ہیں سر — اور ایک سال پہلے کی ہیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے — اب سنو — ایک بار پھر وہاں اسلحہ پکڑا گیا ہے اور اس اسلحے کو لانے والے بھی اسی ملک کے باشندے ہیں، لیکن اس مرتبہ وقت پر انھیں گرفتار کر لیا گیا — اس لیے خبر نہیں پھیل سکی۔"

"اس سے صاف ظاہر ہے سر — ہمارے پڑوسی ملک کی نیت صاف نہیں ہے — وہ ہمارے ملک میں گڑبڑ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"ہاں! ایک طرف تو حالات یہ ہیں، دوسری طرف حکومتی سطح پر اس کا دعویٰ دوستی کا ہے — آخر اس کی کس بات کو درست مانا جائے — یہ میری بھی نہیں — ہماری حکومت کی اس وقت کی سب سے بڑی الجھن ہے — اور اب آؤ — جس بات کے لیے میں نے تمھیں اس وقت بلایا ہے — وہ دکھاؤں۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے

MALIK.JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

ہوئے۔

وہ انھیں لیے ایک خاص کمرے میں آئے۔ اس خاص کمرے میں خاص قسم کا کوئی قیدی رکھا جاتا تھا۔ اس کمرے سے فرار ہونا آسان کام نہیں تھا۔ ان کے اشارے پر دروازہ کھولا گیا۔ دونوں اندر داخل ہوئے۔ انسپکٹر جمشید نے دیکھا۔ اسی ملک کا ایک شخص شکنجے میں کسا ہوا تھا۔

"اسے سرحد عبور کرتے ہوئے گرفتار کیا گیا ہے۔ ہم سرحد پر پوری توجہ سے کام لے رہے ہیں۔"

"اس کے پاس کچھ تھا؟"

"ہاں! اسلحہ تھا۔ خوف ناک قسم کے بم تھے اور سب سے عجیب بات اس کا پیغام ہے۔ مجھے تو دراصل اس پیغام نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ پہلے تم اس کا پیغام سن لو، پھر ہم دفتر میں چل کر باقی باتیں کریں گے۔"

"ہاں مسٹر۔ کیا ہے تمھارا پیغام۔" انھوں نے سخت لہجے میں کہا۔

"میرا پیغام ہے نیا سورج۔ جو طلوع ہونے والا ہے۔ وہ ساری دنیا کا نجات دہندہ ہے۔ سب اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ۔ اسی میں انسانیت کی بھلائی ہے۔"

"نیا سورج۔" انسپکٹر جمشید زور سے چونکے۔ ان کا منہ مارے حیرت کے کھل گیا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر آئی جی صاحب بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"اس سورج کا نام کیا ہے؟"

"روبالٹ!" وہ یک دم بولا۔

"اوہ!" ان کے منہ سے خوف زدہ انداز میں نکلا۔

"تمھاری بات سمجھ میں نہیں آئی۔ وضاحت کرو۔" انسپکٹر جمشید نرم آواز میں بولے۔

"میں اس سے زیادہ وضاحت نہیں کر سکتا۔ بہت جلد یہ نعرہ پوری دنیا میں گونجے گا۔ اس وقت ہمارا نجات دہندہ خود ان باتوں کی وضاحت کرے گا۔"

"بس! اس نے یہی کچھ بتایا ہے۔"

"آیئے چلیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے تم بھی کچھ جانتے ہو۔"

"جی ہاں! لیکن زیادہ نہیں۔"

دونوں پھر دفتر میں آ گئے۔ انسپکٹر جمشید نے چپراسی کے ذریعے اکرام کو بلوایا اور وہ کاغذ بھی لانے کی ہدایت کی:

"کیسا کاغذ؟" آئی جی صاحب حیران تھے۔

"ابھی سامنے آ جاتا ہے۔" وہ مسکرائے۔

اکرام اندر داخل ہوا اور کاغذ پیش کیا — انسپکٹر جمشید نے وہ شیخ صاحب کے سامنے رکھ دیا — وہ جلدی جلدی تحریر کو پڑھتے چلے گئے:

"یہ — یہ کیا ہے جمشید۔"

انسپکٹر جمشید نے تفصیل سنا دی:

"اس کا مطلب ہے — یہ عجیب و غریب اور پراسرار پیغام اور لوگ بھی لیے پھر رہے ہیں۔"

"جی ہاں! اور مزے کی بات یہ کہ کار کے حادثے کا شکار ہونے والا غیر ملکی نہیں تھا — بلکہ ہمارے ملک کا ہی باشندہ ہے — گویا یہاں کے کچھ لوگ بھی یہ کام کر رہے ہیں۔"

"اس طرح تو میری پریشانی اور بڑھ گئی۔" وہ بولے۔

"مجھے کچھ باتیں یاد آ رہی ہیں سر — کچھ اور ملکوں میں بھی اس قسم کی باتیں ہوئی ہیں — خاص طور پہ مسلمان ملکوں میں بھی انھوں نے اس قسم کی کارروائیاں کی ہیں۔"

"گویا یہ کوئی بین الاقوامی سازش ہے۔"

"جی ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے — وہ نجات دہندہ ہمارے ملک کا نہیں — پوری دنیا کا بننا چاہتا ہے — سوال یہ ہے کہ وہ کون ہے۔"

"کیا اس ملک کا سربراہ؟" آئی جی بولے۔

"جی نہیں — نہ سربراہ اور نہ مذہبی لیڈر — اگرچہ اس وقت وہاں سب سے زیادہ اہمیت اس مذہبی لیڈر کو ہی حاصل ہے — لیکن اس کا بھی یہی کہنا ہے — کہ میں اس نجات دہندہ کا نائب ہوں۔"

"اوہ — آخر وہ نجات دہندہ کون ہے؟"

"سر — میں پہلے اس سلسلے میں مطالعہ کر لوں — پھر وضاحت کر سکوں گا۔"

"اچھی بات ہے — میں تو یہ چاہتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے ملک تک محدود رہیں — ہمارے ملک کے معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔" آئی جی صاحب بولے۔

"نہ صرف ہمارے معاملات میں — بلکہ — عالم اسلام کے معاملات میں بھی دخل اندازی نہ کریں — لیکن سر — یہ لوگ اس بات سے باز نہیں آئیں گے — حالات یہی کہہ رہے ہیں — اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا مذہبی رنگ بالکل الگ ہے — اور جس طرح ہمارے ملک میں اس نئے مذہبی رنگ کے لوگ کثیر تعداد میں موجود ہیں — اسی طرح دوسرے ملکوں میں بھی موجود ہیں — بس ان کا مذہبی لیڈر انھیں اشارہ دے دیتا ہے — اور وہ حرکت میں آتے رہتے ہیں — گوٹان میں جو کچھ ہوا —

MALIK JI
25-Jul-14

اسی کے اشارے پر ہوا اور بھی اسلامی ملکوں میں اس قسم کی وارداتیں اسی کے اشارے پر ہو رہی ہیں — وہ پوری اسلامی دنیا کا لیڈر بن جانا چاہتا ہے — تاکہ اس نجات دہندہ کے لیے راستا صاف کر سکے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے — یہ معاملہ تو پھر حد درجے خوف ناک ہے۔"

"نہ صرف خوف ناک — بلکہ لرزہ خیز بھی — اور ہولناک بھی — اس خطرے کا احساس پوری اسلامی دنیا کو بیک وقت کرنا چاہیے — خیر — پہلے میں مطالعہ کر لوں۔"

"اچھی بات ہے — اب ہم کل بات کریں گے۔"

"ٹھیک ہے سر — قیدی کی نگرانی کڑی کرائیے گا — شاید میں اس سے کچھ اگلوا سکوں۔"

"ہوں — ٹھیک ہے۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے — دفتر کا وقت ختم ہو چلا تھا — اس لیے انھوں نے گھر کی راہ لی — ذہن حد درجے الجھا ہوا تھا — محمود، فاروق اور فرزانہ کو وہ کاغذ دکھانے کے لیے ساتھ لے لیا تھا — گھر پہنچ کر انھوں نے کاغذ تو ان کے حوالے کیا اور خود غسل خانے کا رخ کیا —

اور غسل سے فارغ ہو کر وہ صحن میں آئے تو تینوں بُت

بنے بیٹھے تھے۔

"ہاں بھئی — کوئی نتیجہ نکالا اس تحریر سے۔"

"پہلے تو ہمیں یہ بتائیے — یہ کاغذ آپ کے ہاتھ لگا کس طرح — اور ہاں ابّا جان — سیٹھ قاسم کانگڑی والا کا فون آیا تھا۔"

"کیوں؟ وہ چونکے۔

"پتا نہیں — وہ پھر فون کریں گے۔"

"اچھی بات ہے — اب تفصیل سن لو۔"

یہ کہہ کر انھوں نے نہ صرف کاغذ ملنے کا واقعہ سنا دیا — بلکہ آئی جی صاحب سے ملاقات کی تفصیل بھی سنا دی — ان کی حیرت کا کیا پوچھنا —

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

"یہ ضرور سیٹھ قاسم کانگڑی والا ہوں گے۔" محمود بولا۔

انھوں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور بولے:

"ہیلو! انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں — السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام — انسپکٹر صاحب — یہ میں ہوں سیٹھ قاسم کانگڑی والا۔"

"جی — فرمائیے — کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"فون پر نہیں بتا سکتا — بس جلدی سے یہاں آ جائیے۔ ان

MALIK JI
25-Jul-14

کی آواز میں شدید گھبراہٹ تھی۔

"کوئی خاص بات ہے — آپ بہت گھبرائے ہوئے ہیں۔" وہ بولے۔

"بس آپ آ جائیں — دیر نہ لگائیں — ورنہ نہ جانے یہاں کیا ہو جائے۔"

"اچھی بات ہے سر — میں آ رہا ہوں۔" وہ بولے۔

"بہت بہت شکریہ — مجھے آپ سے یہی اُمید تھی۔" یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"کانگڑی والا بھی بہت گھبرائے ہوئے ہیں، ادھر مجھے اس معاملے کو دیکھنا ہے — خیر آؤ — پہلے ان سے ملاقات کر لیں — نہ گئے تو کہیں صدر صاحب کا فون نہ آ جائے۔"

"اوہ — تو ان کے صدر صاحب سے بھی تعلقات ہیں۔"

"ہاں! بہت گہرے — اور بھی نہ جانے کتنے بڑے بڑے آفیسر ان کے دوست ہیں — ویسے آدمی بھی بہت شاندار ہیں — دوسروں کے کام آنے والے — تم بھی ان سے مل کر بہت خوش ہو گے۔"

"آپ کہتے ہیں تو ہو جائیں گے خوش۔" فاروق مسکرایا۔

وہ اسی وقت کار میں بیٹھ کر سیٹھ قاسم کانگڑی والا کی کوٹھی پہنچے — کوٹھی کیا تھی — ایک بڑا محل تھی — دو باوردی

ملازموں نے ان کا استقبال کیا — کوٹھی کے ارد گرد مسلح پہرے دار بھی کھڑے تھے — ان کی بھی اندر جانے سے پہلے تلاشی لی گئی۔

"یہ کیا بھئی —" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"صاحب کا حکم یہی ہے سر — تلاشی کے بغیر کوئی اندر داخل نہ ہونے پائے۔"

"آخر کیوں — آج کوٹھی کے ارد گرد پہرے دار بھی زیادہ نظر آ رہے ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"سیٹھ صاحب ہی بتائیں گے سر۔" ملازم بولا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔"

ملازم انھیں ڈرائنگ روم تک لے آئے — ڈرائنگ روم شاہانہ طرز پہ سجا ہوا تھا — ہر چیز سے حد درجے امارت ٹپک رہی تھی — ملازم چلے گئے تو ایک منٹ بعد قدموں کی آواز ابھری اور پھر ایک لمبے قد کے قدرے بھاری بھر کم آدمی اندر داخل ہوئے — ان کے جسم پہ سنہری لباس تھا — یوں لگتا تھا — جیسے سونے کی تاروں سے بنایا گیا ہو —

"میں آپ حضرات کا شکر گزار ہوں کہ تشریف لائے۔" انھوں نے کہا اور پھر صوفے پہ بیٹھ گئے — ان کے چہرے پہ خوف تھا —

MALIK JI
25-Jul-14

"آپ بہت پریشان دکھائی دیتے ہیں۔"

"بات ہی ایسی ہے — مجھے فون پر قتل کی دھمکی دی گئی ہے۔"

"جی — کیا مطلب۔" وہ چونک اٹھے۔

"جی ہاں! فون کرنے والے نے کہا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مجھے قتل کر دیا جائے گا۔"

"ارے باپ رے —" فاروق گھبرا گیا۔

"کسی نے مذاق کیا ہو گا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آج یکم اپریل نہیں ہے انسپکٹر صاحب — دوسرے یہ کہ اس نے چوبیس گھنٹے کا وقت بھی دیا ہے — آخر میں اس کی بات کو مذاق کیوں سمجھوں۔"

"ٹھیک ہے — آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"یہی چاہتا ہوں — یہ چوبیس گھنٹے آپ لوگ میرے ساتھ گزاریں ان پولیس والوں پر مجھے ذرا بھی اعتماد نہیں۔"

"ہوں! یہ تو بہت مشکل ہو گئی۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"جی — کیا مطلب — مشکل ہو گئی۔" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"مشکل اس طرح ہو گئی کہ آئی جی صاحب نے ابھی ابھی میرے ذمے ایک کام لگایا ہے۔"

"تو میں انھیں فون کر دیتا ہوں کہ آپ چوبیس گھنٹے تک

میرے ساتھ رہیں گے اور یہ کہ وہ آپ کو چوبیس گھنٹے سے پہلے نہ پوچھیں۔"

"یہ تو خیر مناسب نہیں ہو گا — بہتر ترکیب یہ ہے کہ میں یہاں محمود، فاروق اور فرزانہ کو چھوڑ جاتا ہوں — وہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں گے — یہاں تک کہ سونے کے وقت بھی وہ جاگ کر آپ کی حفاظت کریں گے۔"

"اور آپ نہیں رکیں گے —" سیٹھ قاسم نے برا سا منہ بنایا۔

"خیر — لیکن بہتر ہوتا کہ آپ بھی نہ جاتے۔"

"اگر کام ضروری نہ ہوتا تو میں ضرور رک جاتا۔" وہ بولے۔

"خیر — آپ کی مرضی —" انھوں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"آپ شاید برا مان گئے — اچھا میں ایک اور ترکیب کرتا ہوں — مجھے آج رات کچھ کتابوں کا مطالعہ کرنا ہے — میں وہ کتابیں یہیں لے آتا ہوں — رات بھر یہیں رہ کر مطالعہ کروں گا — دن نکلنے پر چلا جاؤں گا — آپ بھی شاید رات کے وقت زیادہ پریشانی محسوس کریں گے — دن میں بہت کم۔"

"ہاں! یہ تو ہے — تو پھر آپ اسی طرح کر لیں — جلدی سے کتابیں لے آئیں — انھیں میرے پاس رہنے دیں۔"

"ویسے فون کرنے والے کی آواز کیسی تھی۔"

"بہت کھردری — بہت سخت —" انھوں نے کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"لو بھئی — میں ایک گھنٹے تک آتا ہوں — تم پوری طرح چوکس رہنا۔"

انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے — وہ چاروں بھی ان کے ساتھ اٹھے اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھے، لیکن ابھی دروازے کے قریب پہنچے بھی نہیں تھے کہ ایک خوف ناک دھماکا ہوا اور عمارت کا کچھ حصہ گرنے کی آواز سنائی دی:

"ارے باپ رے —" ان کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ باہر کی طرف دوڑے — انھوں نے دیکھا — سرونٹ کوارٹرز، گیراج اور پائیں باغ کا حصہ تباہ ہو چکا تھا اور باہر گرد کے بادل تیر رہے تھے — دُور بہت دُور ایک گاڑی کی سرخ لائٹیں نظر آ رہی تھیں — گویا بم پھینکنے والا فرار ہو رہا تھا — یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی — دوسرے ہی لمحے وہ کار میں بیٹھ کر ہوا ہو چکے تھے۔ محمود، فاروق، اور فرزانہ نے بھی ان کے پیچھے دوڑ لگا دی تھی، لیکن ان کے کار تک پہنچنے سے پہلے وہ کار آگے بڑھا چکے تھے —

دوسرا نام

انسپکٹر جمشید آندھی اور طوفان کی طرح کار اڑائے چلے جا رہے تھے — ان کے ذہن میں اس وقت صرف ایک بات تھی — اور وہ یہ کہ بم مارنے والے تک پہنچ جائیں — تاکہ سیٹھ قاسم کی موت کے خواہش مند کو گرفتار کر لیا جائے اور اس طرف سے فارغ ہو کر وہ نجات دہندہ والے معاملے کی طرف توجہ دے سکیں — اب ایک موقع ہاتھ آ گیا تھا، تو وہ اسے ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے — سرخ لائٹیں ابھی تک انھیں نظر آ رہی تھیں، ان پر جوش کی حالت طاری تھی — اور پھر درمیانی فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہونے لگا، یہاں تک کہ وہ اس کار سے آگے نکل گئے — اب انھوں نے کار کو ترچھا کر کے کھڑا کر دیا — اس وقت تک وہ شہر سے باہر نکل چکے تھے — ادھر پچھلی کار سے ہارن پہ ہارن بجایا جانے لگا، وہ مسکرائے اور کار سے اتر کر اس طرف بڑھے — اس کار میں ایک خوف ناک شکل کا آدمی بیٹھا تھا:

MALIK JI
25-Jul-14

"کیا مطلب — آپ نے راستا کیوں روکا؟"

"چالان کروں گا آپ — بہت تیز کار چلا رہے تھے آپ۔"
وہ مسکرائے۔

"اوہ — تو آپ ٹریفک والے ہیں، لیکن آپ کے جسم پر لباس —"

"ٹریفک پولیس میں کیا سادہ لباس والے نہیں ہو سکتے۔"

"اوہ — اچھا — یہ دیکھیے — یہ کیا ہے۔"

"پانچ سو روپے کا نوٹ — تو کیا آپ مجھے رشوت دینا چاہتے ہیں" انسپکٹر جمشید بولے۔

"توبہ توبہ — آپ اس کو رشوت کہتے ہیں" اس نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"تو پھر — یہ کیا ہے۔"

"نذرانہ —" اس نے کہا۔

"اسے اپنی جیب میں رکھیے — اور اپنے کاغذات دکھایئے۔"

"آپ کی مرضی — کر دیں چالان —" اس نے بے فکری کے عالم میں کہا اور کاغذات نکال کر ان کی طرف بڑھا دیے۔

"کار سے باہر نکل آیئے۔"

"کیوں — کیا بات ہے" اس نے بھنا کر کہا۔

"میرا خیال ہے — اس کار میں آپ کوئی غیر قانونی

چیز لے جا رہے ہیں — ورنہ اس قدر تیز رفتاری سے سفر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"ضرور تلاشی لے لیں۔" اس نے کہا اور کار سے باہر نکل آیا۔

اب انھوں نے کار کی اچھی طرح تلاشی لی — کار میں ایک خفیہ خانہ انھیں نظر آ گیا —

"چابیاں دیں۔"

"کیا آپ میری کار لے کر فرار ہونا چاہتے ہیں —" اس نے بھنا کر کہا۔

"کیا بات کرتے ہیں — میری کار سامنے کھڑی ہے — چابی نکالیں۔" وہ غرّائے۔

کار والا سہم گیا — اس نے چابی دے دی — خانہ کھول کر انھوں نے کئی چیزیں باہر نکال لیں — ان کے سامنے تین ننھے منے مگر ہولناک قسم کے بم اور ایک جدید طرز کا پستول تھا —

ثابت ہو گئی یہ بات کہ آپ نے ہی سیٹھ قاسم کانگڑی والا کی کوٹھی پر بم مارا ہے — آپ سیٹھ صاحب کو قتل کرنا چاہتے تھے — اب آپ کو میرے ساتھ چلنا ہو گا —"

MALIK JI
25-Jul-14

"کک — کیا مطلب — آپ تو کہہ رہے تھے کہ — ٹریفک پولیس۔"

"نہیں — میں تو اس وقت سیٹھ قاسم کی کوٹھی میں موجود تھا — جب بم مارا گیا — اسی لیے میں نے آپ کا تعاقب کیا — اب میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

اچانک وہ تڑپ سے گرا، دور تک لڑھکا اور پھر اٹھ کر بھاگ نکلا:

"نہیں مسٹر — میں تمھیں بھاگنے نہیں دوں گا — اس لیے کہ مجھے بھی بھاگنا آتا ہے۔" یہ کہہ کر انھوں نے اس کے پیچھے چھلانگ لگا دی — اور جلد ہی اس تک پہنچ گئے۔

"میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔" وہ مسکرائے۔

کار والے نے اچانک ان پر چھلانگ لگا دی، اور منہ کے بل زمین پر گرا:

"فضول ورزش کر رہے ہو بھئی — تمھیں میرے ساتھ تو چلنا ہی پڑے گا۔"

یہ کہہ کر انھوں نے ایک ٹھوکر اس کی کن پٹی پر رسید کر دی — وہ فوراً بے ہوش ہو گیا — اب انھوں نے اسے اٹھا کر اپنی کار میں ڈالا اور شہر کی طرف روانہ ہوئے، شہر پہنچ کر اکرام کو فون کیا، حملہ آور کو اس کے حوالے

کیا اور اکرام سے بولے:

"اسے ذاتی جیل میں رکھو — میں آ کر اس سے بات کرتا ہوں۔"

"جی بہتر!" اکرام بولا۔

اب ان کی کار پروفیسر داؤد کی طرف اڑی جا رہی تھی — انھوں نے حیرت زدہ انداز میں ان کا استقبال کیا۔

"بہت پریشان سے ہو جمشید — خیر تو ہے۔"

"جی ہاں! کچھ ایسی ہی بات ہے — آپ ذرا ان بموں کو چیک کر لیں — میں فون کر کے ان کے بارے میں معلوم کر لوں گا۔"

"کچھ دیر بیٹھو گے نہیں جمشید — میں ابھی ان کے بارے میں بتا دوں گا۔"

"اچھا چلیے — بیٹھ جاتا ہوں۔" وہ مسکرائے۔

پروفیسر داؤد بموں کو لے کر چلے گئے — اور دس منٹ بعد ان کی واپسی ہوئی —

"یہ بم بہت خطرناک اور طاقت ور ہیں — ایک عمارت پر مارے جائیں تو اسے مکمل طور پر تباہ تو کر ہی سکتے ہیں۔"

"لیکن اس قسم کے ایک بم نے ایک کوٹھی کو مکمل طور

MALIK JI
25-Jul-14

پر تباہ نہیں کیا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بم نشانے پر نہیں گرا ہو گا۔"

"اوہ ہاں! شاید یہی بات ہے — اور اس پستول کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"یہ طاقت ور ہے — اس کی ایک گولی ایک آدمی کے لیے کافی ہو سکتی ہے۔"

"کس ملک کی بنی ہوئی ہیں یہ چیزیں۔"

"ونٹاس کی۔"

"ہوں! اس کا مطلب ہے — سیٹھ قاسم کانگڑی والا کو جو شخص بھی ہلاک کرنا چاہتا ہے — اس کا تعلق کسی طرح ونٹاس سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ونٹاس ہمارے ملک کے خلاف کوئی چکر چلانے میں مصروف ہو — بہرحال اب اس معاملے کو بھی سنجیدگی سے لینا ہو گا — سیٹھ قاسم کی حفاظت کے لیے بھی پوری پوری کوشش کرنا ہو گی — شکریہ پروفیسر صاحب — میں اب چلوں گا — ابھی مجھے کتابیں لینے کے لیے گھر بھی جانا ہے۔"

"کیسی کتابیں۔"

"ہاں! وہ بھی سن لیں — ایک دوسرا خوف ناک معاملہ — آپ کو یاد ہو گا — گوٹان میں ہمارے پڑوسی ملک کے

کچھ لوگ گھس آئے تھے اور انھوں نے قتل اور غارت گری کا بازار گرم کر دیا تھا — یہ ایک سال پہلے کی بات ہے، اب پھر وہاں گڑبڑ کے آثار ہیں — پچھلے سال اسلحہ بھی پکڑا گیا تھا — ارے ہاں — وہ اسلحہ بھی ونٹاسی تھا — خیر اس پہلو پر بھی غور کریں گے — ونٹاس کئی رخ سے بھی تو وار کر سکتا ہے — ایک آدھ دن پہلے سرحد عبور کرتے ہوئے ایک شخص کو گرفتار کیا گیا ہے — اس کے پاس سے اسلحہ بھی برآمد کیا گیا ہے، لیکن اسلحے سے زیادہ پریشان کن اور پراسرار ترین مسئلہ اس کے پیغام کا ہے — جو وہ دینے آیا تھا — یعنی ہمارے ملک کے لوگوں کو وہ پیغام سنانے کے لیے ادھر داخل ہوا تھا، اور اس کا پیغام ہے — نیا سورج طلوع ہونے والا ہے — اور وہ سورج روبالٹ کی صورت میں طلوع ہو گا — جو دنیا کا نجات دہندہ ہو گا۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"اور سنیے — اکرام کو بھی ایک حادثے کی جگہ سے ایک کاغذ ملا ہے — اس پر یہ تحریری پیغام تھا۔" انسپکٹر جمشید بولے اور وہ پیغام نکال کر دکھایا — پروفیسر داؤد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں —

MALIK JI
23-Jul-14

"یہ — یہ سب کیا ہے جمشید —"

"جس ملک سے اس قیدی کا تعلق ہے — اس ملک کے مذہبی عقائد بہت عجیب ہیں — بلکہ پُراسرار قسم کے ہیں — لیکن میں اس وقت وضاحت نہیں کر سکتا — آج رات میں ان کی کتب کا مطالعہ کروں گا اور یہ مطالعہ میں سیٹھ قاسم کانگڑی والا کی کوٹھی پر کروں گا — کیوں کہ — ان کی زندگی بھی خطرے میں ہے — کوئی نامعلوم آدمی، یا کئی آدمی ان کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں — ان کی کوٹھی پر ہماری موجودگی میں بم مارا گیا ہے — لیکن — کوٹھی کا کچھ حصہ ہی تباہ ہو سکا — جب کہ آپ کا کہنا ہے کہ بم بہت طاقت ور ہیں — خیر — ہم یہ جان چکے ہیں کہ بم غلط رخ پر پڑا تھا — لیکن اس قسم کی اور کوشش بھی ہو سکتی ہے۔"

"اس طرح تو اس کوٹھی میں موجود تمام لوگ خطرے میں ہوں گے اور تم بھی جمشید —" پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا۔

"کوئی بات نہیں — ہمارا کیا ہے۔" وہ مسکرائے۔

"نہیں جمشید — ان حالات میں میں بھی تمھارے ساتھ رہوں گا۔"

"جی آپ — بھلا آپ کیا کریں گے۔"

"کچھ نہیں کروں گا — لیکن یہ اطمینان تو محسوس کروں گا —

کہ میں خطرے کے وقت اپنے دوست سے دور نہیں ہوں۔"

"اوہ!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا — پروفیسر داؤد صاحب کی دوستی کی انتہا تھی — ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے —

"بلکہ میں تو — ٹھہرو جمشید —" پروفیسر داؤد کچھ کہتے کہتے رک گئے — پھر انھوں نے فون کا ریسیور اٹھایا اور جلدی جلدی نمبر ڈائل کرنے لگے — پھر اچانک بولے،

"السلام علیکم — خان رحمان اور سنو — جمشید اور بچے آج رات شدید خطرے میں ہوں گے اور یہ ہمیں ساتھ نہیں رکھنا چاہتے — ہے کوئی ٹیک۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے — آپ کہاں سے بول رہے ہیں — میں آ رہا ہوں۔"

"تجربہ گاہ سے — لیکن ادھر آنے کی ضرورت نہیں — تم سیٹھ قاسم کانگڑی والا کے ہاں پہنچ جاؤ۔"

"اوہ — سیٹھ قاسم —" ان کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا —

"کیوں — کیا بات ہے۔"

"میں ان سے اچھی طرح واقف ہوں — وہ تو اس ملک کے بہت دولت مند آدمی ہیں — اور بہت مشہور بھی، انھیں کیا ہوا۔"

MALIK JI
25-Jul-14

"کوئی انھیں جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

"تب وہ ان کا بیٹا ہو گا — میں اس سے بھی واقف ہوں۔"

"خیر — اس پہلو سے اور دوسرے پہلوؤں سے جائزہ لینا جمشید کا، محمود، فاروق اور فرزانہ کا کام ہے۔"

"ٹھیک ہے — میں پہنچ رہا ہوں —" یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"لو بھئی — خان رحمان بھی وہاں پہنچ رہے ہیں — میں بھی سیدھا وہیں جا رہا ہوں — تم آتے رہنا کتابیں اٹھا کر۔"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں — خیر یونہی سہی۔" انھوں نے کندھے اچکائے۔

اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے — انسپکٹر جمشید گھر پہنچے — جلدی جلدی کتابیں نکالیں اور سیٹھ قاسم کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایسے میں انھیں ایک اور خیال آیا — انھوں نے اسی وقت وائرلیس پر اکرام سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو اکرام — اس زخمی کا پتا کیا ہے۔"

"۱۳۴ تیمور ٹاؤن — کیا اس سے ملنے کا ارادہ ہے؟"

"ہاں اکرام — اسی وقت جا رہا ہوں۔"

"تو کیا میں بھی چلوں۔"

"نہیں اکرام — وہ تمھیں دیکھ کر ہوشیار ہو سکتا ہے۔"

"جی — کیا مطلب — ہوشیار ہو سکتا ہے۔"

"ابھی ابھی ایک خیال آیا ہے — کہیں وہ تحریری پیغام اسی کی کار میں تو موجود نہیں تھا — اور وہی کہیں لے کر تو نہیں جا رہا تھا۔"

"اوہ! خیال تو بہت زور دار ہے۔"

"اس لیے میں تنہا جانا پسند کروں گا، ویسے تم بھی چوکس رہنا — آج رات تمھاری ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"او کے سر —" اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید سیدھے تیمور ٹاؤن پہنچے — ۱۳۴ نمبر تلاش کرنے میں انھیں صرف چند منٹ لگے اور پھر ایک اور خیال ان کے ذہن میں آیا — اس سے پہلے کہ کوئی آ کر دروازہ کھولتا — انھوں نے جیب سے سپرنگ نکال کر منہ میں ڈال لیے — اب وہ صاف انسپکٹر جمشید نظر نہیں آ رہے تھے — ان کی شکل میں قدرے فرق پڑ گیا تھا — اسی وقت دروازہ کھلا اور ایک بوڑھے آدمی نے دروازہ کھولا —

"ہاں بھئی — کیا بات ہے۔"

"سنا ہے — رضوان خالد صاحب کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے — میں ان کی مزاج پرسی کے لیے آیا ہوں۔"

MALIK JI
25-Jul-14

"اوہو — تو تم اس کے دوست ہو — آ جاؤ بیٹا — اس کی حرکات ہی ایسی ہیں — بہت تیز گاڑی چلاتا ہے — ہزار بار تو منع کر چکا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اندر جانے کے لیے مڑا — انسپکٹر جمشید اس کے ساتھ چلتے ایک کمرے میں داخل ہوئے اور پھر انھیں ایک جھٹکا سا لگا —

جس شخص کو رضوان خالد کہا جا رہا تھا — وہ اسے ایک اور نام سے جانتے تھے —

MALIK.JI
25-Jul-14

یہ..... یہ تو

"ابا جان تو نکل گئے، ہم رہ گئے — اب کیا لکیر پیٹیں۔" فاروق بولا۔

"ابا جان سانپ نہیں ہیں کہ ہم لکیر پیٹیں — ہمیں اپنا کام کرنا چاہیے — پہلے تو انکل کو فون کرتا ہوں۔" محمود نے کہا اور فون کی طرف دوڑا —

فون کے بعد تینوں کوٹھی کے تباہ ہونے والے حصے کا جائزہ لینے لگے:

"اس کا مطلب ہے — بم طاقت ور نہیں تھا۔"

"صاف ظاہر ہے — اگر بم طاقت ور ہوتا تو ہم اس وقت کوٹھی کے ملبے تلے دبے ہوتے اور شاید ہماری روحیں دوسری دنیا کی طرف پرواز کر چکی ہوتیں۔"

"خیر! یہ تو نہیں کہا جا سکتا — کیوں کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور دھماکے کے وقت ہماری موت نہیں

لکھی تھی۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

اسی وقت انھوں نے سیٹھ قاسم کو آتے دیکھا:

"باہر بھیڑ بڑھتی جا رہی ہے — میرے ملازم اس بھیڑ کو دور رکھنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔"

"پولیس بس آیا ہی چاہتی ہے — ویسے جناب — کیا آپ بتا سکتے ہیں — یہ کام کس کا ہو سکتا ہے۔"

"میرا —" ایک چمکتی آواز سنائی دی۔

انھوں نے چونک کر اس سمت میں دیکھا — پچیس سال کی عمر کے قریب ایک نوجوان آدمی ان کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا — اس کا قد بھی لمبا چوڑا تھا —

"آپ نے کیا فرمایا — یہ کام آپ کا ہے۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! ظاہر ہے — اس گھر میں ایسا کام کرنے کا شک مجھ پر ہی کیا جائے گا — لہذا میں پہلے ہی کیوں نہ کہ دوں کہ یہ کام میں نے کیا ہے۔"

"سرفراز جانی — بہت بری عادت ہے — گفتگو کا یہ طریقہ نہیں۔" سیٹھ قاسم نے جھنجھلا کر کہا۔

"معاف کیجیے گا ڈیڈی — یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا؟"

"ہمارے کسی دشمن نے بم مارا ہے۔"

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا۔

"یہ آپ کے فرزند ہیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں کیوں! اس میں بھلا حیرت کی کیا بات ہے — کیا میں آپ کو ان کا فرزند نظر نہیں آتا۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"یہ بات نہیں — ویسے آپ نے یہ کیوں کہا کہ یہ کام ہوا ہے۔"

"ابا جان کا خیال ہے — میں ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے چکر میں رہتا ہوں — انھیں قتل کر کے ان کی ساری دولت پر قبضہ جما لینا چاہتا ہوں — ان کا خیال ہے — میں جوا کھیلتا ہوں، شراب پیتا ہوں اور میں بھی بُرے کام کرتا ہوں — اس لیے ابا جان کا خیال ہے — کہ میں انھیں قتل کرنے کا پروگرام بنا رہا ہوں۔"

"اور حقیقت کیا ہے۔"

"حقیقت یہ ہے کہ — میں کیا جانوں — حقیقت کیا ہے — ڈیڈی مجھے — ابھی اور اسی وقت پچاس ہزار روپے کی ضرورت ہے۔"

"مل جائیں گے بھئی — ذرا اس حادثے کا اثر تو ختم ہو لینے دو — کوئی مجھے قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہا ہے اور تمھیں ذرا بھی احساس نہیں۔"

MALIK JI
25-Jul-14

"وہ کوئی پاگل اور بے وقوف ہو گا، آپ پولیس کو فون کریں۔ پولیس آپ کی حفاظت کے لیے خود انتظامات کرے گی۔ پچاس ہزار۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"آخر اس وقت کیا ضرورت پڑ گئی۔"

"بس ڈیڈی! یہ نہ پوچھیں۔"

"اچھا بابا۔ چلو۔ آپ لوگ یہیں ٹھہریے گا۔" اس نے ان سے کہا۔

"بہت بہتر! لیکن جناب ایک منٹ۔ ہم بھی تو مسٹر سرفراز جانی سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہ کون ہیں ڈیڈی۔"

"انسپکٹر جمشید کے بچے۔ وہ خود بھی آئے ہوئے ہیں۔ بم پھینکنے والے کے تعاقب میں نکل گئے ہیں۔ یہ لوگ میری درخواست پر آئے ہیں۔"

"گویا آپ نے انھیں اپنی حفاظت کے لیے بلایا ہے۔ افسوس ڈیڈی۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"اس میں افسوس کی بات کیا ہے۔"

"آپ کو مصیبت میں یہ کمزور لوگ یاد آئے۔ کاش آپ نے سرفراز جانی کو آواز دی ہوتی۔"

"تمھیں جوے سے تو فرصت نہیں۔ میری حفاظت کیا خاک

کرو گے۔" سیٹھ قاسم نے بھنا کر کہا۔

"ڈیڈی۔ جوڈو کراٹے اور مارشل کے تیس ماہرین میرے گہرے دوست ہیں۔ میرے ایک اشارہ پر وہ آپ کی خاطر جان کی بازی لگا سکتے ہیں۔ آپ حکم تو کر کے دیکھیے۔"

"کیا مطلب۔ تیس ماہرین۔ جوڈو کراٹے کے۔" سیٹھ قاسم بری طرح چونکے۔

"ہاں ڈیڈی۔ میں اس کلب کا انچارج ہوں۔ لیکن یہ بات میں نے آپ کو آج تک نہیں بتائی۔ آپ بس اشارہ کریں۔" اس نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"نہیں سرفراز۔ میں تمھیں کوئی غلط حرکت کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔" یہ کہہ کر وہ پھر جانے کے لیے مڑا۔

"ہم آپ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"کوئی نامعلوم شخص آپ کے والد کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ ان حالات میں تو آپ کو اپنے والد کے پاس رہنا چاہیے۔"

"انھیں میری مدد کی ضرورت نہیں۔"

"آپ رقم لے کر کہاں جانا چاہتے ہیں۔"

"آپ سے مطلب؟" اس نے جھلا کر کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔ سیٹھ قاسم بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

"کس قدر عجیب بیٹا ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

MALIK JI
25-Jul-14

"کسی غیر عجیب چیز سے تو ہماری ملاقات ہوتی ہی نہیں—" فاروق بڑبڑایا۔

"ابا جان بھی ابھی تک تعاقب کر کے نہیں لوٹے۔" محمود بولا۔

"سیٹھ صاحب کو چاہیے، سرفراز کو کوئی رقم نہ دیں— وہ تو انھیں کر دے گا تباہ۔" فرزانہ بولی۔

"انسان اولاد کے ہاتھوں بھی بہت مجبور ہو جاتا ہے۔" فاروق نے سرد آہ بھری۔

پانچ منٹ بعد سیٹھ قاسم آتے نظر آئے:

"آپ نے انھیں پچاس ہزار روپے دے دیے۔"

"اور کیا کرتا— میرا ایک ہی تو بیٹا ہے— میں جانتا ہوں وہ بگڑ گیا ہے— جوا کھیلنے لگ گیا ہے— ہر طرح سمجھا چکا ہوں، لیکن نہیں مانتا— اب آپ لوگ ہی بتائیں— کیا کروں۔"

"پیسے ہرگز نہ دیں— خود ہی سیدھا ہو جائے گا۔" فاروق بولا۔

"نہ دوں تو سارا گھر سر پہ اٹھا لیتا ہے— اس کی والدہ اور بہن رو رو کر برا حال کر لیتی ہیں— جب ان کے آنسو دیکھتا ہوں تو ایک نئی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہوں— آخر رقم دے کر ہی جان چھڑانا پڑتی ہے۔"

"لیکن سیٹھ صاحب— آپ کب تک رقمیں دیتے رہیں گے،

اس طرح تو آپ کی تمام دولت پر لگا کر اڑ جائے گی۔ محمود نے کہا۔

"ہاں! میں جانتا ہوں، یہ تو ایک دن ہو کر رہے گا— لیکن میں کچھ بھی تو نہیں کر سکتا— خیر چھوڑیے— میرے پاس اتنی کم دولت بھی نہیں ہے کہ چند سالوں میں ختم ہو جائے۔"

"اچھا ایک سوال کا جواب دیں— آپ کو قتل کرانے کی یہ کوششیں— کہیں آپ کا بیٹا تو نہیں کر رہا۔"

"دل نہیں مانتا کہ وہ ایسا کر سکتا ہے— اور پھر اس کے پاس اتنی عقل کہاں کہ ایسا حملہ مجھ پر کرائے۔"

"وہ یہ کام پیشہ ور لوگوں سے بھی لے سکتا ہے۔"

"اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو۔"

"میں سوچ رہا ہوں— اگر بم طاقت ور ہوتا تو اس وقت ہم کہاں ہوتے۔" فاروق نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"دوسرا حملہ طاقت ور بم کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے، آپ یہاں سے رخصت کیوں نہیں ہو جاتے— ہم آپ کو نسبتاً محفوظ جگہ لے چلتے ہیں۔" محمود نے کچھ سوچ کر کہا۔

"لیکن میں وہاں کب تک رہوں گا— سوال تو یہ ہے۔"

MALIK JI
25-Jul-14

وہ بولے۔

"ہاں! یہ بھی ہے — خیر — آپ۔" محمود کہتے کہتے رُک گیا۔ اس کا منہ مارے حیرت کے کھل گیا — اور پھر اس کے منہ سے نکلا:

"ارے! یہ کیا؟"

محمود کالے رنگ کی ایک زنجیر پر جھکا ہوا تھا — اس کے نچلے حصّے میں ایک سنہری رنگ کا بڑا سا موتی پرویا ہوا تھا، اور سورج کی روشنی میں وہ بہت تیز چمک دے رہا تھا — اسی چمک نے محمود کو متوجہ کیا تھا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے — کہ یہ ہار بم پھینکنے والے کا ہے — اور گھبراہٹ میں یہاں گرا ہے۔"

محمود نے ایک تنکے کی مدد سے ہار اٹھا لیا — اور بغور اس کا جائزہ لینے لگا:

"یہ آپ کے ملازمین میں سے تو کسی کا نہیں۔" اس نے پوچھا۔

"نن — نہیں۔" وہ بولے۔

"اور گھر کے کسی فرد کا بھی نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

"نہیں — میں نے یہ ہار زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا ہے۔"

"ہوں! تب تو ہمیں ایک اہم چیز مل گئی ہے۔"

اسی وقت پولیس کی گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں، اور سب انسپکٹر اکرام ان کی طرف بڑھتا نظر آیا:

"یہ — یہ کیسے ہوا؟"

"کوئی شخص سیٹھ صاحب کو جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے، اس نے ان کی کوٹھی پر بم مارا ہے۔"

"بم مارا ہے — لیکن اس بم سے تو صرف سرونٹ کوارٹرز تباہ ہوئے ہیں۔" اکرام کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! بم اناڑی قسم کا تھا — ہائیں — اناڑی بم۔" فاروق کہنے کے بعد خود ہی حیران ہو کر بولا۔

"ہاں ہاں — کہہ دو — یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فرزانہ جل کر بولی۔

"دھت تیرے کی — ایک تو ناولوں کے نام ہمارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں۔"

"کون — کس کے پیچھے پڑ گیا ہے بھئی۔" انھوں نے پروفیسر داؤد کی آواز سنی۔

"کم از کم میں آپ کے پیچھے نہیں پڑا —" پیچھے سے خان رحمان کی آواز بھی سنائی دی۔

"لو اور سنو — پیچھے ہی تو ہو۔" پروفیسر ہنسے۔

MALIK JI
25-Jul-14

"یہ — یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔" سیٹھ قاسم کے منہ سے نکلا۔

"دیکھ کیا رہے ہیں سیٹھ قاسم — مجھے اور خان رحمان کو دیکھ رہے ہیں۔" پروفیسر صاحب نے منہ بنایا۔

"جی ہاں! یہ تو ہے۔" انھوں نے گڑبڑا کر کہا۔

"آپ دونوں کی یہاں آمد ہمارے لیے بھی حیرت کا باعث ہے۔"

"بھئی اس میں اس قدر حیران ہونے کی بھی کوئی بات نہیں، ہمارا تو اب یہ اصول بن کر رہ گیا ہے — جہاں تم، وہاں ہم۔" خان رحمان چہکے۔

"ویسے اطلاعاً عرض ہے کہ جمشید میرے پاس آئے تھے — اور ان سے معلوم ہوا کہ تم لوگ یہاں ہو — دراصل وہ ان بموں کو چیک کرانے کے لیے میرے پاس آئے تھے — جو انھوں نے اس مجرم سے برآمد کیے ہیں۔"

"جی — کس مجرم سے۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جس نے یہاں بم مارا ہے — اس کے پاس اور بم بھی تھے — جمشید نے اسے جا لیا تھا — اب وہ گرفتار ہے — کیوں اکرام۔"

"جی ہاں! اسے سپیشل کوٹھری میں بند کر کے ہی میں ادھر آ رہا ہوں۔"

"حیرت تو یہ ہے کہ وہ شخص اس قدر کمزور قسم کے بم کیوں لیے پھر رہا ہے۔"

"بم کمزور نہیں — بہت طاقت ور تھا۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"جی — کیا فرمایا — طاقت ور تھا — تب پھر — عمارت کے صرف ایک حصّے کو کیوں نقصان پہنچا۔"

"شاید اس میں کوئی نقص رہ گیا — یا پھر غلط رخ سے مارا گیا۔"

"بم مارنے والا کوٹھی کے پچھلی طرف آیا تھا — اس نے اپنی کار دور کھڑی کی، بم مارا — مار کر دوڑا، کار میں بیٹھا اور بھاگ نکلا — یہ دیکھے بغیر کہ اس کے بم نے کیا کام کیا ہے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ بات وہ بعد میں بھی معلوم کر سکتا تھا — وہ اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ گرفتار ہونے کے لیے یہیں کھڑا رہ جاتا۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"تو اس میں مجھے گھورنے کی کیا ضرورت پڑ گئی — اس کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے۔" فاروق نے بھی تلملا کر کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

"ہائیں — محمود — یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟"

"ایک زنجیر — جس سے بڑا سا ایک موتی بھی ہے۔"

"اوہو — یہ زنجیر — تو —"

اکرام کہتے کہتے رک گیا — اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

ایک زنجیر

رضوان خالد نے انھیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔

"تشریف رکھیے — آپ کون ہیں، میں تو آپ کو نہیں جانتا۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"نہیں جانتے تو کیا ہوا — مجھے معلوم ہوا — آپ ایکسیڈنٹ کا شکار ہو گئے ہیں — انسانی ہمدردی کے تحت بھی تو کوئی آ سکتا ہے۔"

"اوہ — جی ہاں — بہت بہت شکریہ۔"

"آپ کی کار کیسے الٹی — تفصیل بتا سکتے ہیں۔" ان کے لہجے میں ہمدردی تھی۔

"میں شہر کی طرف آ رہا تھا — میں ایک ٹرک کے پاس سے گزرا — شاید اس کا ڈرائیور نیند میں تھا — اچانک اس نے ٹرک کا رخ سڑک کے درمیانی حصے کی طرف کر دیا — جب

کہ پہلے بائیں ہاتھ چلا رہا تھا — میں نے سٹیرنگ کو تیزی سے گھمایا — لیکن پھر بھی — کار الٹ ہی گئی — ٹرک کی سائڈ لگ گئی تھی — اور پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔"

"کاش! آپ اس ٹرک کے نمبر دیکھ سکے ہوتے۔"

"جانے دیجیے۔" وہ بولا۔

"آپ کام کیا کرتے ہیں۔"

"کام — میں ایک ہوٹل میں نائب منیجر ہوں۔"

"اوہ اچھا — آپ کا دفتر کہاں ہے۔"

"راجہ بازار — آپ یہ سب باتیں کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"بس یونہی — آپ کی کار کے پاس سے ایک کاغذ ملا تھا — یہ دیکھیے — میں آپ کو دکھاتا ہوں —" اتنا کہہ کر انھوں نے کاغذ نکالا اور اس کے سامنے لہرایا — پھر اسے کھولتے ہوئے بولے:

"اس پر چھوٹی سی تحریر بھی لکھی ہے — میں وہ تحریر آپ کو سناتا ہوں۔" انھوں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا —

"کاغذ — تحریر —" اس نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"ہاں! سنیے —" انھوں نے کہا اور تحریر سنائی — ساتھ ہی وہ اس کے چہرے کا جائزہ بھی لیتے رہے — ان

کے خاموش ہونے کے بعد وہ بولا۔

"میرے تو کچھ پلے نہیں پڑا۔"

"کیا یہ کاغذ آپ کی کار میں نہیں تھا۔"

"جی نہیں — میرا اس کاغذ سے کوئی تعلق نہیں۔" اس نے پرزور لہجے میں کہا۔

"اور نہ اس تحریر سے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ کیا بات کہی آپ نے — جب میرا اس کاغذ سے کوئی تعلق نہیں تو پھر تحریر سے کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"ہوں! آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں — اچھا جناب — میں چلتا ہوں — اللہ آپ کو جلد صحت یاب کرے۔"

"آمین! آپ کی ہمدردی اور زحمت کے لیے شکر گزار ہوں۔"

"کوئی بات نہیں — یہ تو میرا فرض تھا۔"

انھوں نے کہا اور باہر نکل آئے — قدرے فاصلے پر جا کر انھوں نے اپنے ایک ماتحت کو وائرلیس پر ہدایات دیں —

"ہیلو انور — تمھیں بہرام لوٹا یاد ہے۔"

"یس سر — بہت اچھی طرح۔"

"بھلا وہ آج کل کہاں ملتا ہے۔"

"اس نے رہائش ۱۳۴ تیمور ٹاؤن میں اختیار کر رکھی

MALIK JI
25-Jul-14

ہے — اور اس کا ٹھکانا آج کل ہوٹل دراب ہے — اس کا نائب مینجر ہے۔"

"تم فوری طور پر اس کی نگرانی شروع کر دو — اب اس نے اپنا نام رضوان خالد رکھا ہوا ہے — ہم ایک عرصے تک اس کے چکر میں رہے ہیں — اس پر کئی معاملات میں شک کیا جاتا رہا — لیکن وہ ان معاملات میں الجھایا نہیں جا سکا — تمھیں خاص طور پر ان دنوں اس کی نگرانی پر مقرر کیا ہوا تھا —"

"یس سر — اور میں نے اس کی نگرانی بہت احتیاط سے کی تھی — یہاں تک کہ اب بھی میں جانتا ہوں — وہ کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔"

"ہاں! یہ تو ہے — خیر — ایک بار پھر تم اپنا یہی کام شروع کر دو۔"

"یعنی بہرام لوٹا کی نگرانی کا۔" انور بولا۔

"ہاں! لیکن اس بار وہ بچ کر نہیں جانا چاہیے۔"

"بہت بہتر سر — میں سائے کی طرح اس کے پیچھے لگ جاتا ہوں۔"

"اور مجھے ساتھ ساتھ رپورٹ بھی کرتے رہو گے۔"

"او کے سر۔"

MALIK JI
25-Jul-14

انسپکٹر جمشید نے سیٹ بند کیا اور آئی جی صاحب کے دفتر پہنچے، وہ ابھی تک اپنے دفتر میں موجود تھے اور ایک فائل میں کھوئے ہوئے تھے — انھیں دیکھ کر تھکے تھکے انداز میں مسکرائے۔

"میں آپ کے قیدی سے ایک بار پھر ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیا میں ساتھ چلوں۔" وہ بولے۔

"جی نہیں — آپ زحمت نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے — یہ لو چابی۔"

چابی لے کر وہ اس کمرے کی طرف آئے — جلد ہی قیدی کے سامنے بیٹھے تھے:

"بہرام لوٹا کو جانتے ہو۔" انھوں نے یک دم کہا۔

"بہرام لوٹا — نہیں، میں اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتا۔" اس نے کہا۔

"تمھارا پیغام بہت پراسرار ہوتا جا رہا ہے — یہ کام شاید بہت سے لوگوں کے ذمے لگایا گیا ہے — کہ وہ اس پیغام کو آگے پھیلاتے رہیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے — لیکن میں ان لوگوں کو نہیں جانتا جن کو اس کام پر لگایا گیا ہے — میں تو بس ان میں سے ایک ہوں۔" اس نے اقرار کیا۔

"کیا تمھاری حکومت نے تمھیں یہ کام سونپا ہے۔" انسپکٹر

جمشید بولے۔

"ہاں! یہی بات ہے، اور یہ بھی سن لیں — یہ پیغام اب رکے گا نہیں — ساری دنیا میں پھیل کر رہے گا — یہاں تک کہ ردبالٹ سامنے آ جائے گا۔"

"تمھاری حکومت نے — اس سلسلے میں ہر ملک میں اپنا کوئی ایجنٹ مقرر کیا ہو گا — ہمارے ملک کے ایجنٹ کا کیا نام ہے۔"

"میں اس کا نام نہیں جانتا۔"

"لیکن تمھیں ہمارے ملک میں داخل ہونے کی ہدایات دی گئی تھیں — صاف ظاہر ہے — یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم کس سے رابطہ قائم کرو گے۔"

"مجھے بتایا گیا تھا کہ متعلقہ آدمی خود ہی رابطہ قائم کر لے گا۔"

"اوہ! اچھا — تو اس کا مطلب ہے — وہ آدمی تمھیں جانتا ہے۔"

"جی نہیں — میری کوئی پہچان اسے بتائی گئی ہو گی — یا پھر کوئی اور طریقہ اختیار کیا گیا ہو گا، میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

انھوں نے بغور اس کا جائزہ لیا اور پھر اس کے گلے

میں لٹکنے والی زنجیر پر ان کی نظریں جم گئیں:

"رخصت کرتے ہوئے تمھیں کوئی چیز دی گئی تھی۔"

"چیز — نہیں تو —" اس نے گھبرا کر کہا — انسپکٹر جمشید دیکھ کر مسکرا دیے۔

"میں سمجھ گیا۔" وہ بولے۔

"جی — کیا سمجھ گئے۔"

"یہ کہ ایک چیز پہچان کے لیے تمھیں دی گئی تھی۔"

"ن — نہیں۔"

"جھوٹ تمھارے چہرے پر صاف نظر آ رہا ہے — میں یقین سے بتا سکتا ہوں — وہ کیا چیز ہے — یہ زنجیر — جو تمھارے گلے میں لٹک رہی ہے — میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔"

وہ ساکت رہ گیا، منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔

"شکریہ — مجھے اور کچھ معلوم نہیں کرنا — یہ زنجیر اتار کر مجھے دے دو۔"

اس نے کوئی لفظ کہے بغیر زنجیر انھیں دے دی — اس میں ایک بڑا سا سنہری موتی بھی پرویا گیا تھا — انھوں نے نظر بھر کر زنجیر کی طرف دیکھا اور اسے جیب میں رکھ لیا — جونہی وہ دفتر سے باہر نکلے — چونک اٹھے — خطرے کا احساس انھوں نے یک دم محسوس کر لیا — دوسرے ہی لمحے وہ فرش پر گرے —

MALIK JI
25-Jul-14

اور گولی ان کے جسم سے صرف چند انچ اوپر سے گزر گئی — انھوں نے فوراً ایک لوٹ لگائی — اور اس کے ساتھ ہی پستول ان کے ہاتھ میں تھا — ان کے پستول نے ایک شعلہ اگلا — فضا میں ایک بلند چیخ ابھری اور پھر سڑک پر ہل چل شروع ہو گئی — حملہ آور فوری طور پر دم توڑ گیا تھا — انسپکٹر جمشید اگر اس کے دل کا نشانہ نہ لیتے تو وہ ان پر دوسرا فائر کرنے میں کامیاب ہو جاتا — انھوں نے ایک لمحے کے اندر جان لیا تھا کہ حملہ آور بہترین نشانہ باز ہے — اور خاص طور پر ان کے لیے بھیجا گیا ہے —

سادہ لباس والوں نے لاش کے گرد گھیرا ڈال دیا — آئی جی صاحب انھیں اپنے کمرے میں لے آئے :

"کیا ہوا تھا جمشید —" وہ پریشان آواز میں بولے۔

انھوں نے تفصیل کہہ سنائی —

"قیدی سے کیا معلوم ہوا تھا —"

انھوں نے یہ تفصیل سنا دی ، اور زنجیر ان کے سامنے کر دی —

"یہ معاملہ تو زیادہ ہی پراسرار ہوتا جا رہا ہے۔"

"جی ہاں سر — اب اسے بہت زیادہ سنجیدگی سے دیکھنا ہو گا — بہت ہی منظم لوگوں کا گروہ حرکت میں آ چکا ہے۔"

وہ بولے۔

"لیکن یہ روبالٹ کیا بلا ہے۔"

"اس بارے میں میں آپ کو صبح بتا سکوں گا — رات کو کتابوں کا مطالعہ کروں گا۔"

اسی وقت آئی جی صاحب کے فون کی گھنٹی بجی — انھوں نے ریسیور اٹھایا — دوسری طرف سے محمود کی آواز سن کر انھوں نے ریسیور انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا دیا —

"آپ فوراً یہاں آ جائیں۔"

"اچھا بھئی — آ رہا ہوں۔" وہ بولے اور ریسیور رکھ دیا۔

"کیا معاملہ ہے۔"

"سیٹھ قاسم پر بھی قاتلانہ حملہ ہوا ہے — ان کا کوئی دشمن ہر حال میں ان کی جان لینا چاہتا ہے۔"

"اوہ — اس طرف بھی توجہ دینا ضروری ہے — خدانخواستہ اگر ایسا ہو گیا تو صدرِ مملکت تک کا نزلہ ہم سب پر گرے گا۔"

"میں جانتا ہوں سر — وہ بہت اہم آدمی ہیں — اسی لیے تو محمود ، فاروق اور فرزانہ وہاں موجود ہیں۔"

"لیکن تمھاری موجودگی بھی ضروری ہے۔" آئی جی صاحب بولے۔

MALIK JI
25-Jul-14

"بس میں اب ادھر ہی جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے — زنجیر نے انھیں الجھن میں ڈال دیا تھا — روبالٹ کی الجھن پہلے ہی موجود تھی — اور اب محمود انھیں فوری طور پر سیٹھ قاسم کے ہاں مچلا رہا تھا — اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہاں بھی کوئی خاص بات ہو چکی ہے — کتابیں ساتھ لیے جب وہ سیٹھ قاسم کی کوٹھی کے نزدیک پہنچے تو انھیں ایک اور خطرے کا احساس ہوا — انھوں نے محسوس کیا — کوٹھی کے گرد کوئی زبردست جال بچھایا جا چکا ہے — اس طرح کہ کوٹھی میں موجود لوگوں کے فرشتوں کو شاید اس بات کا احساس تک نہیں ہو سکا تھا — یوں انھیں دور دور تک کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا اور کوئی عام آدمی بغور جائزہ لے کر بھی اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ کوٹھی کے گرد کوئی زبردست جال بچھایا جا چکا ہے — لیکن وہ انسپکٹر جمشید تھے — انھوں نے پہلی نظر میں ہی بھانپ لیا تھا کہ معاملہ اور آگے بڑھ گیا ہے — لہٰذا وہ فوراً ہی رک گئے — بلکہ کار ایک طرف سے آگے نکال لے گئے اور چکر کاٹ کر کوٹھی سے کافی فاصلے پر آ کر رُکے

انھوں نے کار ایک محفوظ جگہ کھڑی کی اور آگے بڑھے — ان کا دایاں ہاتھ جیب میں تھا — جیب میں پستول تھا — ان کی انگلی اس کے ٹریگر پر دب چکی تھی —

عین اسی وقت انھیں وائرلیس سیٹ پر اشارہ موصول ہوا —

MALIK.JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

میدانِ عمل

ان کی نظریں اکرام پر جم گئیں

"آپ نے جملہ ادھورا کیوں چھوڑ دیا انکل ــ" فرزانہ نے بے تابانہ کہا۔

"اس لیے کہ یہ جملے ہوتے ہی اسی قابل ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"تم سے کس نے پوچھا ہے۔" فرزانہ تلملا کر اس کی طرف پلٹی۔

"میں نے یہ زنجیر پہلے بھی کسی کے گلے میں دیکھی ہے۔" اکرام بڑبڑایا۔

"سوال یہ ہے کہ وہ گلا کس کا تھا۔" فاروق بول اٹھا۔

"دھت تیرے کی ــ تم خاموش نہیں رہ سکتے۔"

"ایک میرے ہی بولنے پر پابندی کیوں لگائی جاتی ہے

آخر ــ" فاروق نے بھی جل کر کہا۔

"اعتراض معقول ہے۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"انکل ــ اللہ کے لیے اپنے ذہن پر زور دیں ــ اور بتائیں ــ یہ زنجیر آپ نے کس کے گلے میں دیکھی ہے۔" محمود نے کہا۔

"زور دے رہا ہوں بھئی ــ دے رہا ہوں۔" اس نے پیشانی پر انگلیاں ٹکاتے ہوئے کہا۔

"تو کچھ زیادہ زور دے دیجیے نا انکل۔" فاروق بولا۔

"یاد آ گیا ــ" اکرام اچھل پڑا۔

"تو اس میں اچھل پڑنے کی کیا ضرورت تھی انکل۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"بھائی ایک منٹ ــ کہیں انکل کے ذہن سے وہ نام نکل نہ جائے۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں ــ ایسی کوئی بات نہیں ہو سکتی ــ فکر نہ کرو ــ" اکرام مسکرایا۔

"بہت بہتر ــ آپ کہتے ہیں تو نہیں فکر کرتے۔" فاروق بولا۔

خان رحمان اور پروفیسر داؤد برابر اس کی باتوں پہ مسکرا رہے تھے، جب کہ محمود اور فرزانہ جل بھن رہے تھے،

MALIK JI
25-Jul-14

سیٹھ قاسم حیرت بھری نظروں سے انھیں دیکھ رہے تھے۔

"میں نے اس شخص کو ہوٹل داراب میں دیکھا ہے — لیکن میں نہیں جانتا — وہ کون ہے — ہاں میں حلیہ بتا کر ہوٹل والوں سے اس کا نام ضرور معلوم کر سکتا ہوں — کیوں کہ وہ اکثر اس ہوٹل میں ہی نظر آتا ہے۔"

"تو پھر — کیا آپ ہوٹل داراب جانے کا ارادہ رکھتے ہیں —"

"میرا خیال ہے، جانا چاہیے — اس طرح ہم کم از کم بم مارنے والے تک تو پہنچ ہی جائیں گے اور اس بات کا زبردست امکان ہے کہ اس کے ذریعے اصل دشمن کو گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"لیکن انکل — ہم یہ جگہ نہیں چھوڑ سکتے — اس لیے کہ سیٹھ صاحب شدید خطرے میں ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے — آپ لوگ یہیں رہیں — میں ہوٹل داراب ہو آتا ہوں۔"

"شکریہ انکل — لیکن ذرا جلدی آیئے گا۔"

"فکر نہ کرو —" اس نے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا —

"مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ ابا جان اب تک کیوں

نہیں آئے۔" فرزانہ نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"کام در کام پڑتا چلا گیا ہو گا —" فاروق نے خیال ظاہر کیا۔

"ویسے مجھے حیرت ہے — آخر یہ زنجیر اس سے یہاں کس طرح گر گئی۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے — کہ بم پھینکنے والے نے زنجیر خود گرائی ہو — تاکہ اس کی بجائے — اس پر شک کیا جائے۔" محمود نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"واہ! یہ بات بھی ہو سکتی ہے۔" خان رحمان چونکے۔

"لیکن اس سلسلے میں ہم سیٹھ قاسم سے بات کیوں نہ کریں، کیوں سیٹھ قاسم — آخر آپ کا دشمن کون ہے۔"

"میں نہیں جانتا — اگر جانتا ہوتا — تو اب تک بتا نہ چکا ہوتا —" انھوں نے قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

عین اسی وقت ایک فائر ہوا — وہ بوکھلا گئے — اکرام ان کی طرف دوڑ کر آ رہا تھا:

"انکل — فائر آپ نے کیا تھا۔"

"نہیں — مجھے کیا ضرورت تھی — فائر مجھ پر کیا گیا ہے۔"

"اوہ — تو کسی کو کیا ضرورت تھی —" فاروق نے فوراً کہا۔

"مجھے نہیں معلوم — جونہی باہر نکل کر میں جیپ کے نزدیک پہنچا۔ ایک گولی میرے سر پہ سے گزر گئی — وہ تو قسمت اچھی تھی — اس کا نشانہ چُوک گیا۔" اس نے جلدی جلدی بتایا۔

"اس کا مطلب ہے — کوٹھی کو ان لوگوں نے گھیرے میں لے لیا ہے — ہمیں فوری طور پہ پولیس کو فون کرنا چاہیے —" یہ کہہ کر محمود فون کی طرف دوڑا — اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا ہی تھا کہ ہاتھ ڈائل کی طرف بڑھتے بڑھتے رہ گیا —

"اوہو — انھوں نے تو فون کے تار بھی کاٹ دیے ہیں۔"

"گویا اب وہ کھل کر مقابلے پر آ گئے ہیں۔" محمود نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"ارے باپ رے —" سیٹھ قاسم گھبرا گئے۔

"گھبرانے سے کچھ نہیں ہو گا جناب — ہمیں حفاظتی انتظامات کرنا ہوں گے۔"

"لیکن محمود — ان کے پاس تو بم موجود ہیں — حفاظتی انتظامات کیا کر لیں گے —" پروفیسر داؤد نے بھی فکر مند ہو کر کہا۔

"پہلے بھی تو ان کا بم ناکام ہو چکا ہے — آیئے — ہم اب یہاں نہیں ٹھہر سکتے — یہاں ان کی گولیاں آ سکتی ہیں۔"

انھوں نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی — دروازے بند کر لیے گئے —

"ہم میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک پستول ہونا چاہیے —" محمود نے کہا۔

"میرے ہاں پستول موجود ہیں۔" سیٹھ قاسم نے جلدی سے کہا۔

"تو پھر لے آیئے — وہ اور کس دن کام آئیں گے۔" فرزانہ بے چین ہو گئی۔

سیٹھ قاسم نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی — جلد ہی ان کی واپسی ہوئی — انھوں نے ایک ایک پستول ہر ایک کو دے دیا — ان میں گولیاں بھری ہوئی تھیں —

"میں اور فاروق چھت پر جا رہے ہیں — فرزانہ تم ان کے ساتھ نیچے ٹھہرو گی۔"

"اچھی بات ہے۔"

ابھی دونوں نے زینے کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ باہر سے آواز آئی:

"ڈیڈی — دروازے کیوں بند ہیں — مجھے اندر آنا ہے۔"

وہ زور سے چونکے — آواز سیٹھ قاسم کے بیٹے سرفراز جانی کی تھی۔

MALIK JI
25-Jul-14

"اوہ — یہ مسٹر جانی اس وقت کہاں سے آ گئے۔"

"ہم — میں اس کے لیے دروازہ کھولتا ہوں۔" یہ کہہ کر سیٹھ صاحب بیرونی دروازے کی طرف چلے۔

"ایک منٹ سیٹھ صاحب — آپ دروازہ نہیں کھولیں گے۔ آپ کی حفاظت کی ذمہ داری ہمیں سونپی گئی ہے — دروازہ کھولنے میں جاؤں گا۔" محمود نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"بالکل ٹھیک محمود۔" فاروق بولا۔

"آپ لوگ — واقعی — قابلِ تعریف ہیں۔"

"نہیں — تمام تعریفیں ایک اللہ کے لیے ہی ہیں۔" فاروق نے کہا۔

محمود بیرونی دروازے کی طرف چلا گیا —

"فرزانہ مقابلے کے لیے تیاری کر لو — سیٹھ صاحب — آپ سامنے والے کمرے میں خود کو بند کر لیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"حملہ آور آپ کے بیٹے کے پیچھے اندر داخل ہونے کی کوشش کریں گے — اگر معاملہ آپ کے بیٹے کا نہ ہوتا تو ہرگز ہم دروازہ نہ کھولتے۔"

"ہوں — تت — تو کیا حملہ آور اندر آ جائیں گے۔"

"ہاں! اس کا نوّے فیصد امکان ہے — جو لوگ کوٹھی کو

گھیرے میں لے سکتے ہیں — دروازے پر فائرنگ کر سکتے ہیں — وہ اندر آنے سے کب چوکیں گے — اور میں تو یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ —" محمود کہتے کہتے رُک گیا۔

"کیا سوچ رہے ہیں۔"

"وقت کم ہے — آپ پہلے خود کو کمرے میں بند کر لیں — اور اس وقت تک دروازہ نہ کھولیں — جب تک کہ ہم آپ سے نہ کہیں —"

"بہت اچھا —" سیٹھ قاسم نے کہا اور سامنے والے کمرے میں چلے گئے اور فوراً ہی دروازہ بند کر لیا۔

"انکل — اب ہمیں پوزیشن سنبھال لینی چاہیے۔"

"لیکن محمود — میرا خیال ہے — وہ لوگ اس قدر جرأت نہیں کریں گے — بے شک یہ وقت رات کا ہے — اور سیٹھ صاحب کی کوٹھی بھی بالکل الگ تھلگ ہے — یہ بھی ٹھیک ہے کہ ہماری قوم میں ہوائی فائرنگ کا شوق بہت بڑھ گیا ہے — شادی بیاہ اور دوسرے خوشی کے موقعوں پر ہوائی فائرنگ اب عام ہو گئی ہے — اور اسی لیے اگر ہماری کوٹھی کے آس پاس چند فائر ہو بھی گئے تو کافی فاصلے پر موجود پڑوسی ہرگز نہیں چونکیں گے — لیکن اس کے باوجود میرا خیال ہے — وہ لوگ کوٹھی میں داخل ہوئے —"

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

خان رحمان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے — اسی وقت انھوں نے محمود کی چیخ سنی تھی — ان کی سٹی گم ہو گئی — وہ ایک ساتھ بیرونی دروازے کی طرف دوڑے —

انھوں نے دیکھا — دروازہ کھلا تھا — محمود، سرفراز جانی دروازے پر اوندھے پڑے تھے — محمود کے کندھے سے خون بہ رہا تھا.

"یہ — یہ کیا ہوا؟"

"باہر سے فائرنگ ہوئی ہے — بے آواز فائرنگ — جب کہ پہلا فائر آواز کے ساتھ تھا." محمود نے کہا.

"اور مسٹر جانی ٹھیک ہیں."

"ہاں! بالکل —" محمود بولا اور اٹھ کر اندر کی طرف چلا — انھوں نے بھی دروازہ بند کیا اور اندر آ گئے —

"اب پہلے محمود کے زخم کو دیکھنا ہو گا — اللہ نہ کرے کہ گولی گوشت میں رہ گئی ہو — کیوں کہ ہم تو فوری طور پر دوا بھی حاصل نہیں کر سکتے."

خان رحمان نے محمود کی قمیص چاک کر دی اور زخم کو دیکھا —

"گولی گوشت کو چیرتی ہوئی نکل گئی ہے — لیکن زخم بڑا ہے — ہماری مرہم پٹی سے بند نہیں ہو گا — محمود کی ہسپتال لے جانا ہو گا."

"اوہ — آپ ایسا کریں کہ اس کے کندھے پر پٹی باندھ دیں، میں اور فرزانہ ذرا چھت پر جا کر جائزہ لیتے ہیں — آؤ فرزانہ، انکل اکرام — آپ بھی آ جائیں."

تینوں زینے کی طرف دوڑ پڑے — خان رحمان پٹی کرنے لگے —

"کیوں نہ میں بھی چھت پر جاؤں." پروفیسر داؤد بولے.

"نہیں! آپ میرے پاس ٹھہریں — میں محمود کے لیے فکر مند ہوں — خون بہت نکل گیا ہے."

"فکر نہ کریں انکل — میں اپنی حالت زیادہ خراب محسوس نہیں کر رہا." محمود مسکرایا.

وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے — اسی وقت سیٹھ صاحب کے کمرے والا دروازہ تھوڑا سا کھلا،

"میری بیٹی ڈاکٹر ہے — تیسرے کمرے میں ماں بیٹی موجود ہیں — دستک دے کر ان سے کہیں، پٹی کر دیں."

"بہت خوب — یہ ہوئی بات —" پروفیسر داؤد نے خوش ہو کر کہا اور اس کمرے کی طرف دوڑے —

ادھر فاروق اور فرزانہ چھت پر پہنچے — سر نیچے رکھ کر انھوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا — باہر کوئی آدمی بھی نظر نہیں آیا:

"حیرت ہے — باہر تو کوئی بھی نہیں ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"تو کیا گولیاں جنّ بھوت چلا رہے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"جنّ بھوت بے چارے یہاں آ کر کیا کریں گے — میرا خیال ہے — دشمنوں نے خفیہ جگہوں پر پوزیشن لے رکھی ہے، فون کے تار وہ کاٹ ہی چکے ہیں — ہم بیرونی مدد حاصل کر نہیں سکتے۔"

"تب پھر صورتِ حال بہت خطرناک ہے — اور اب ہمیں ابّا جان کی آمد کا انتظار ہی کرنا ہو گا۔"

"ان کے آنے پر خطرہ اور بڑھ جائے گا — کیوں کہ گھیرے میں لینے والے نظر نہیں آ رہے — وہ سیدھے کوٹھی کے دروازے تک آ جائیں گے اور اس صورت میں دشمنوں کی زد پر ہوں گے۔"

"اوہ! یہ تو واقعی بہت خطرناک بات ہو گی — اب تو میں دعا کرتا ہوں کہ وہ نہ آئیں۔"

"آمین!" فرزانہ اور اکرام نے ایک ساتھ کہا۔

"اوہو — میں نے ان میں سے ایک کو دیکھ لیا — اب بات سمجھ میں آئی۔" فاروق چہکا۔

"کیا مطلب — کیا بات سمجھ میں آئی ہے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"منہ شاید اس لیے بنا رہی ہو کہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہ آئی — لیکن نصیب اپنا اپنا — سنو بھئی — یہ لوگ کوٹھی کے گرد موجود بلند و بالا اور گھنے درختوں میں چھپے ہوئے ہیں — میں نے ان میں سے ایک کو دیکھ لیا ہے، اور میں اب اس بات کی تصدیق کرنے لگا ہوں۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ اس پر فائر کروں گا۔"

"لیکن کیا یہ مناسب ہو گا۔" فرزانہ بولی۔

"ہاں! بالکل مناسب ہو گا — دشمنوں میں بھی تو کھلبلی مچنی چاہیے۔"

"فاروق کا خیال ٹھیک ہے۔" اکرام نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" فرزانہ نے گویا منظوری دی۔

فاروق نے نشانہ لیا اور فائر کر دیا — ایک لرزہ خیز چیخ فضا میں ابھری اور پھر درخت کی شاخیں ٹوٹنے کی آواز سنائی دی — اس پر موجود دشمن نیچے گر رہا تھا۔

"ایک تو گیا —" فاروق مسکرایا۔

عین اسی وقت گولیوں کی باڑ چھت پر ماری گئی — لیکن وہ تو پہلے ہی پوزیشن لے چکے تھے — دوسری طرف سے فائرنگ ہونے کا یہ فائدہ ہوا کہ فاروق، فرزانہ اور اکرام

MALIK JI
25-Jul-14

کو معلوم ہو گیا کہ اور کس کس درخت پر دشمن موجود ہیں۔

"کیا خیال ہے — ان پر بھی نشانہ آزمایا جائے۔" فاروق نے کہا۔

"محمود کی حالت کے پیش نظر ہمیں ایسا کرنا ہو گا، میدان صاف ہو گا، تو ہم ہسپتال لے جا سکیں گے۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔"

انھوں نے درختوں کا نشانہ لے کر فائرنگ شروع کر دی، لیکن پھر کوئی چیخ نہ گونجی —

"یہ کیا بات ہوئی۔" فاروق بولا۔

"اب وہ ساتھ ساتھ جگہ بدل رہے ہیں — وہ جان گئے ہیں، کہ درختوں پر ان کی موجودگی محسوس کر لی گئی ہے۔"

"تب ہمیں پوری احتیاط سے فائرنگ کرنی چاہیے۔" اکرام بڑبڑایا۔

اب اکا دکا فائرنگ ہونے لگی — کبھی ایک فائر درختوں کی طرف سے ہو جاتا تو کبھی ادھر سے —

"میرا خیال ہے — یہ لوگ کوئی چال چلنے کے موڈ میں ہیں۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اور میں محمود کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"محمود کی حالت اس حد تک نازک نہیں ہے — ہمیں پوری توجہ دشمن پر دینی چاہیے۔"

عین اسی وقت بیرونی دروازے پر زور دار دھکا لگایا گیا۔

"لو — وہ دروازے تک پہنچ گئے۔"

"اس کا مطلب ہے — ان کے کچھ ساتھی — درختوں سے نیچے بھی موجود تھے — اس طرف ہم نے توجہ نہیں دی — اب اوپر ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں — آؤ نیچے۔" اکرام نے جلدی جلدی کہا۔

وہ نیچے کی طرف دوڑے — صحن میں انھوں نے دیکھا — محمود کی پٹی ایک نوجوان لڑکی پوری مہارت سے کر رہی تھی:

"ہائیں — یہ محمود کو ڈاکٹر کہاں سے مل گیا۔"

"یہ سیٹھ صاحب کی بیٹی ہیں۔"

عین اسی وقت دروازہ چڑچڑانے کی آواز سنائی دی — گویا ٹوٹنے کے قریب تھا —

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

بہرام لوٹا

"ہیلو سر — انور بول رہا ہوں — بہرام لوٹا ابھی ابھی اپنے گھر سے نکلا ہے، اس کا رخ شاہراہِ اعظم کی طرف ہے۔

"تعاقب جاری رکھو — میں ابھی ایک منٹ میں فیصلہ کرتا ہوں کہ آ سکتا ہوں یا نہیں۔" وہ بولے۔

"او کے سر" انور نے کہا۔

وہ سوچ میں ڈوب گئے — سیٹھ قاسم کی کوٹھی کو دشمن گھیرے میں لے چکے تھے — ان کی اس جگہ موجودگی بھی ضروری تھی، لیکن دوسری طرف معاملہ تھا روبالٹ والا — بہرام لوٹا انور کو دھوکا دے سکتا تھا — اس کا نظروں سے بچ کر نکل جانا بھی پریشانیاں پیدا کر سکتا تھا — جب کہ اس طرف کوٹھی کے اندر محمود، فاروق فرزانہ اور خان رحمان موجود تھے — جو دشمنوں کا بخوبی مقابلہ کر سکتے تھے — یا کم از کم امکان یہی تھا کہ مقابلہ کر ہی

لیں گے — آخر انھوں نے وائرلیس سیٹ آن کیا اور بولے:

"ہاں! انور اب کیا پوزیشن ہے — میں آ رہا ہوں۔"

"ہم اب شاہراہِ اعظم سے گزر رہے ہیں — میں کہہ نہیں سکتا — یہ کس طرف مڑ جائے۔"

"اچھی بات ہے — پیچھے لگے رہو — میں روانہ ہو رہا ہوں۔"

انھوں نے ایک نظر کوٹھی پر ڈالی — اب تاریکی مکمل طور پر ہو چکی تھی — اور یہ علاقہ بھی کافی حد تک کم آباد تھا — رخصت ہوتے وقت انھوں نے الجھن ضرور محسوس کی — لیکن وہ کر بھی کیا سکتے تھے — جلد ہی وہ اس سڑک پر آ گئے — اور انور سے رابطہ قائم کیا —

"ہیلو انور — میں اب شاہراہ اعظم پر ہوں — تم اس سڑک پر کس جگہ ہو۔"

"سترھویں کلومیٹر سے گزر رہے ہیں۔"

"او کے — تعاقب جاری رکھو — ہم اسے چھیڑیں گے نہیں۔"

"لیجیے — اس نے ایک موڑ مڑا ہے — ارے — اس کا رخ تو ہوٹل داراب کی طرف ہے۔"

"ہوٹل داراب — ہاں ٹھیک ہے — یہ شخص اس ہوٹل میں نائب مینجر ہے — کم از کم اس نے یہی بتایا ہے — سنو انور تم

اس کا تعاقب جاری رکھو — میں ایک دوسرے راستے سے اس سے پہلے ہوٹل داراب پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں — اگر میں کامیاب ہو گیا تو پھر ہوٹل کے ہال میں ایک بلکے میک اَپ میں اس کا انتظار کروں گا۔"

"اس صورت میں میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"تم بھی ہوٹل کے اندر آ کر ہال میں بیٹھ جانا — اور حالات پر نظر رکھنا۔"

"بہت بہتر سر۔"

انھوں نے فوراً راستا کاٹا اور جلد از جلد ہوٹل پہنچنے کی کوشش کرنے لگے — اس سلسلے میں انھیں کار آندھی اور طوفان کی طرح چلانا پڑی — دو تین ٹریفک کانسٹیبلوں نے تو سیٹیاں تک بجا دیں اور آخر ایک سارجنٹ نے اپنے موٹر سائیکل ان کے پیچھے لگا دی — وہ مسکرائے اور رفتار اور بڑھا دی — یہاں تک کہ ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے — اسی وقت سارجنٹ نے آ لیا۔

"میرے پاس وقت نہیں ہے سارجنٹ — تم میری گاڑی کے خانے میں سے کاغذات دیکھ لو۔" یہ کہہ کر وہ ہال کی طرف لپکے — انھوں نے ایک نظر ہال میں بیٹھے لوگوں پر ڈالی — انور کا دور دور تک پتا نہیں تھا — اس کا مطلب تھا، ابھی وہ نہیں پہنچے تھے۔

ایک میز پر بیٹھ کر انھوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور چہرے میں تبدیلی آ گئی — انھوں نے اپنے منہ میں ایک طرف ربڑ کا ایک پیڈ رکھ لیا تھا — انھیں ایسا کرتے کوئی نہ دیکھ سکا — فرصت بھی کسے تھی۔

اسی وقت انھوں نے بہرام لوٹا کو اندر داخل ہوتے دیکھا، اس کے قدم بہت تیز اٹھ رہے تھے — وہ کاؤنٹر پر رکا نہیں — کاؤنٹر پر بیٹھے کلرکوں نے اسے سلام ضرور کیا، لیکن اس نے سلام کا جواب بھی نہ دیا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔

انسپکٹر جمشید غیر محسوس طور پر اٹھے اور اس سمت میں آگے بڑھے — ایک منٹ بعد انھوں نے بہرام لوٹا کو ایک کمرے میں داخل ہوتے دیکھا — وہ دروازے کے نزدیک پہنچے — بہرام نے دروازہ اندر سے بند کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی — وہ وہیں کھڑے ہو گئے — اور دائیں بائیں دیکھنے لگے — جیسے کوئی ساتھی گم ہو گیا ہو — اسی وقت انھوں نے آواز سنی — بہرام لوٹا آہستہ آواز میں کہہ رہا تھا:

"ہیلو — ہیلو باس — آپ فوراً یہاں آ جائیں — ایک بہت ضروری اطلاع ہے۔"

ساتھ ہی سیٹ بند کرنے کی آواز سنائی دی — انسپکٹر

MALIK JI
25-Jul-14

جمشید یہ الفاظ سنتے ہی پیچھے ہٹ گئے — اس سے بہتر بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ ان کے باس سے ملاقات ہو جائے — اب وہ ایک ایسی جگہ کھڑے تھے جہاں سے انھیں دیکھا نہیں جا سکتا تھا — اور پھر دس منٹ بعد انھوں نے قدموں کی آواز سنی — پھر کوئی بہرام لوٹا کے کمرے میں داخل ہوا — دروازہ بند ہونے کی آواز سنتے ہی وہ آگے بڑھے اور دروازے سے کان لگا دیے:

"میں نے آپ کو ایک خبر سنانے کے لیے بلایا ہے — یہ کہ انسپکٹر جمشید میرے گھر آئے تھے — اگرچہ وہ بلکے میک اپ میں تھے — لیکن پھر بھی میں نے انھیں فوراً پہچان لیا۔"

"کیا مطلب — وہ تم تک کیسے پہنچ گیا۔" لہجے سے نفرت ٹپک رہی تھی۔

"میری کار حادثے کا شکار ہو گئی تھی — مجھے اس کار سے ان کے ماتحت اکرام نے نکالا تھا — میں بے ہوش تھا — روبالٹ والی تحریر پچھلی سیٹ پر رکھی تھی — وہ گاڑی الٹتے وقت باہر گر گئی — اکرام نے اسے اٹھا لیا۔ اس تحریر نے انھیں شک میں ڈال دیا — اور غالباً انھوں نے سوچا کہ تحریر سے میرا تعلق ہے — اس لیے آئے تھے —"

"اکرام نے تم سے اس کاغذ کے بارے میں کوئی سوال پوچھا تھا؟"

"یس سر — لیکن میں نے فوراً کہہ دیا تھا کہ میں نہیں جانتا — یہ کاغذ کیسا ہے۔"

"ہوں خیر — اب تم یہاں سے بالکل غائب ہو جاؤ — جب تک میری ہدایات نہ ملیں — اس شہر کا رخ نہ کرنا — تم ٹھکانا نمبر ۱۳ میں پناہ لے سکتے ہو۔"

"او کے باس — جو آپ کا حکم — میں ابھی اور اسی وقت چلا جاتا ہوں۔"

"یہی بہتر رہے گا — اس شخص کی تو گرد سے بھی بچنا چاہیے — اب میں چلوں گا۔"

کرسی گھسٹنے کی آواز سن کر انسپکٹر جمشید سیدھے ہو گئے، پھر جونہی دروازہ کھلا، ان کا مُکا بہرام لوٹا کی ٹھوڑی پر لگا — وہ الٹ کر اندر گرا — ساتھ ہی انسپکٹر جمشید پھنکارے:

"خبردار — ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

کمرے میں موجود دونوں آدمیوں کے چہروں پر خوف دوڑ گیا — بہرام لوٹا اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا — دوسرے آدمی کو دیکھ کر انسپکٹر جمشید کو ایک جھٹکا سا لگا — یہ شخص شہر

MALIK JI
25-Jul-14

کی ایک مشہور شخصیت تھا۔

"اوہو! تو یہ آپ ہیں مسٹر کریمی۔ مشہور سماجی کارکن۔ لوگوں کے ہمدرد۔ غریبوں میں نقدی اور استعمال کی چیزیں دھڑا دھڑ تقسیم کرنے والے۔"

"ہاں! میں کریمی ہوں اور یہ میرے دوست بہرام لوٹا ہیں۔ آپ نے ان پر حملہ کیا۔ اس کا جواب آپ کو عدالت میں دینا پڑے گا۔"

"میں عدالت میں جواب دے لوں گا۔ آپ فکر نہ کریں، اور یہ بتائیں۔ یہ نئے سورج کا کیا معاملہ ہے۔"

"کون سا نیا سورج۔"

"مسٹر بہرام لوٹا کی کار کے پاس سے رول کیا ہوا ایک کاغذ ملا تھا۔ اس پر ایک چھوٹی سی تحریر تھی۔ وہ تحریر اس وقت بھی میری جیب میں ہے اور اسی تحریر کے سلسلے میں ہی مجھے بہرام لوٹا سے اس کے گھر جا کر ملنا پڑا، اس ملاقات نے اسے خوف زدہ کر دیا اور یہ آپ سے ملاقات کرنے کے لیے دوڑ پڑا۔ ایسے میں بھلا میں کس طرح چوک سکتا تھا۔ کیوں کہ اس نے میرے اسسٹنٹ کو اپنا نام رضوان خالد بتایا تھا۔ آخر اسے اپنا نام غلط بتانے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے

جونہی اسے دیکھا کہ یہ رضوان خالد نہیں۔ بہرام لوٹا ہے۔ ان حالات میں بھلا یہ کس طرح ممکن تھا کہ اس کی نگرانی نہ کرائی جاتی۔ نگرانی کرنے والے نے مجھے بتایا کہ بہرام لوٹا گھر سے نکلا ہے۔ لہٰذا تعاقب شروع۔ اور میں یہاں۔ کیا سمجھے۔" وہ شوخ لہجے میں کہتے چلے گئے۔ چہرے پر دل کش مسکراہٹ تھی۔

"کیا مطلب؟"

"اب میں مطلب کس بات کا بتاؤں۔ مطلب تو مجھے آپ بتائیں گے۔ اس تجربہ کا مطلب۔ آخر وہ تحریر کیا ہے۔ آپ لوگ اس تحریر سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔"

"انسپکٹر جمشید۔ آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔ آپ کو جواب دہ ہونا پڑے گا۔" یہ کہہ کر کریمی فون کی طرف بڑھا۔

"آپ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں۔"

"میں حرکت کروں گا۔ اور فون بھی کروں گا۔ روک سکتے ہو تو روک لو۔" اس نے تلملا کر کہا۔

"اچھی بات ہے۔ آپ کے دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔" وہ بولے۔

کریمی جلدی جلدی فون کرنے لگا۔

"ہیلو۔ کریمی بول رہا ہوں۔ ہوٹل داراب کے کمرہ نمبر ۳۲ سے، انسپکٹر جمشید ہمیں پریشان کر رہے ہیں۔ فوری آئیں۔" یہ کہہ کر

MALIK JI
25-Jul-14

اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"کیا آپ اس طرح بچ جائیں گے؟"

"میں نے اپنے وکیل کو فون کیا ہے۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ اب میں بھی ایک فون کروں گا۔"

انھوں نے پستول کا رخ ان کی طرف رکھتے ہوئے ایک ہاتھ سے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور میں بولے:

"ہیلو۔ اکرام۔ کیا۔ اچھا۔ محمد حسین آزاد۔ تم ہی آجاؤ۔ ہوٹل داراب۔ انتظام کے ساتھ۔"

"او کے سر۔" اس نے کہا۔ اور انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔ اور ان کی طرف مڑے:

"مسٹر کریمی۔ یہ اس تحریر کا کیا چکر ہے۔"

"یہ تحریر ساری دنیا کو چکر میں ڈالنے والی ہے۔" وہ مسکرایا۔

"تب تو یہ بہت خوف ناک تحریر ہوئی۔"

"ہاں! آپ اسے خوف ناک بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ ساری دنیا کے لیے امن کا پیغام ہے۔"

"اس کا مطلب کیا ہے۔ دوبالٹ کون ہے۔"

"میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ ابھی ہمیں کچھ نہیں کہنا ہے۔" اس نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ آپ کو ایک خبر سنا دوں۔ بازنطان کے

کچھ لوگ ان دنوں غیر قانونی طور پر ہمارے ملک کی سرحد عبور کرتے ہوئے بار بار پکڑے جا رہے ہیں۔ ابھی چند دن پہلے ایک شخص کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اس کے قبضے سے ایک چیز ملی ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں۔ وہ کیا چیز ہے۔"

"بھلا میں کس طرح جان سکتا ہوں۔"

"خیر۔ میں بتائے دیتا ہوں۔ اس کے پاس بالکل یہی تحریر ایک کاغذ پر لکھی موجود تھی۔"

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ مجھے اور میرے ساتھی کو گرفتار نہیں کر سکتے۔ ہم نے کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا ہے۔"

"خیر۔ دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔"

اچانک کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔

"بہرام۔ دروازہ کھول دو۔" کریمی نے بارعب لہجے میں کہا۔

بہرام نے خوف زدہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا:

"تم دروازہ کھول سکتے ہو۔ لیکن فرار ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔ اس صورت میں میں فائر ضرور کروں گا۔"

"بہرام کو فرار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم نے کوئی

MALIK JI
25-Jul-14

جرم نہیں کیا۔" کریمی نے سرد آواز میں کہا۔

بہرام آگے بڑھ گیا — دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد کا پتلا دبلا آدمی اندر داخل ہوا — اس کے جسم پر وکیلوں والا لباس تھا:

"خیر تو ہے سر —" اس نے پریشان آواز میں کہا۔

"ان صاحب کو جانتے ہیں۔" کریمی نے ان کی طرف اشارہ کیا، وکیل نے ان کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"یہ انسپکٹر جمشید ہیں — مجھے اور میرے ساتھی کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن کیوں۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

کریمی نے تفصیل سنا دی — لیکن اس نے وہ گفتگو نہیں دہرائی تھی جو ان دونوں نے کمرے میں کی تھی — اب وکیل ان کی طرف مڑا:

"بس یہی بات ہے جناب —" اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"آپ کی تعریف؟" انسپکٹر جمشید اس کے طنز کا اثر لیے بغیر بولے۔

"میں اس شہر کا مشہور ترین وکیل ہوں — مجھے اختر جلالی کہتے ہیں۔" اس نے فخر کے لہجے میں کہا۔

"مسٹر جلالی — اپنے مؤکل سے پوچھیں — انھوں نے اپنے

MALIK JI
25-Jul-14

اس ماتحت سے اس کمرے میں کیا گفتگو کی ہے۔"

"کچھ بھی گفتگو کی ہے — آپ کو اس سے کیا۔"

"کیوں — مجھے کیوں نہیں — میں اپنے وطن کا محافظ ہوں، ہمدرد ہوں — اس کی طرف کوئی میلی آنکھ سے دیکھے، میں اس کی آنکھ نکال لینے کی خواہش اپنے سینے میں محسوس کرتا ہوں، کوئی اس کے خلاف سوچے، میں اس کا خون پی جانا چاہتا ہوں اور آپ کہہ رہے ہیں — مجھے اس سے کیا — پہلے آپ وہ گفتگو ان سے پوچھ لیں، پھر مجھ سے بات کریں۔"

انسپکٹر جمشید جذباتی انداز میں کہتے چلے گئے —

"ہوں خیر — میں پوچھ لیتا ہوں۔" اختر جلالی یہ کہہ کر کریمی کی طرف مڑا۔

"آپ وہ گفتگو دہرا دیں — فکر نہ کریں۔"

"ہم آپس کی بات کر رہے تھے — کاروبار کی باتیں، لین دین کی باتیں — ان باتوں میں ایک بات بھی ملک کے خلاف نہیں تھی — ہم تو خود اس ملک کے خیر خواہوں میں سے ہیں۔" کریمی نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ نے سنا انسپکٹر صاحب۔" اختر جلالی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ نہیں بتائیں گے — میں آپ کو وہ گفتگو سناتا ہوں۔"

"کیا مطلب ؟" وہ زور سے چونکے۔

"ہاں ! میں بھی وہ گفتگو سنا سکتا ہوں — لیجیے — اپنی گھڑی میں لگا ٹیپ ریکارڈ آن کرتا ہوں اور اس کی آواز کو بڑا بھی کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر انھوں نے جیب سے ایک مائک نکالا اور پھر ایک منٹ بعد اس کمرے میں ہونے والی گفتگو گونجنے لگی — گفتگو پوری ہونے پر انھوں نے ٹیپ ریکارڈ بند کر دیا اور بولے :

"مسٹر اختر جلالی — اب آپ کیا کہتے ہیں ؟"

اختر جلالی کی سوالیہ نظریں کریمی کی طرف اٹھ گئیں —

"یہ — یہ ہمارا ایک ذاتی معاملہ ہے — اس میں ملک کو نقصان پہنچانے والی بات کہاں سے آ گئی ؟" کریمی نے گڑبڑا کر کہا۔

"ابھی انھوں نے وہ تحریر کہاں سنی ہے — خیر — میں انھیں وہ تحریر بھی سنا دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے رول کیا ہوا کاغذ پھر نکالا اور پڑھنے لگے — اب اختر جلالی کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہونے لگیں — اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی اور محمد حسین آزاد اپنے ماتحتوں کے ساتھ اندر داخل ہوا :

"ان دونوں کو ہتھکڑیاں لگا دو" محمد حسین آزاد — "باقی کیس ان کے وکیل عدالت میں لڑیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجبوری ہے کریمی صاحب — اس تحریر میں ایسا مواد موجود ہے — جس میں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کوئی سازش ہے اس ملک کے خلاف اور آپ کی بہرام لوٹا سے گفتگو بھی پراسرار ہے — اس لیے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں — آپ تو میرے وکیل ہیں۔"

"میں آپ کا وکیل بعد میں ہوں — اس ملک کا شہری پہلے — ملک کے خلاف ہونے والی کسی سازش میں میں کسی ملزم کی وکالت کرنا پسند نہیں کرتا — ہاں اگر مجھے یقین دلا دیا جائے کہ سازش میں وہ شخص شریک نہیں ہے — تو اس صورت میں کیس کی پیروی ضرور کرتا ہوں — لیکن یہاں آپ کے خلاف مکمل ثبوت موجود ہے — اس لیے میں آپ کی وکالت سے دست بردار ہوتا ہوں۔"

"بہت خوب مسٹر اختر جلالی — اگر تمام وکلا آپ کی طرح وطن پرست ہو جائیں — تو ملک کے خلاف سازشیں بہت جلد دم توڑ دیں۔"

محمد حسین آزاد نے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں —

"ان سے پوچھ گچھ میں اپنے دفتر میں کروں گا — کمرۂ امتحان میں —"

MALIK JI
25-Jul-14

"او کے سر۔"

وہ وہاں سے نکل کر اس قیدی کے پاس پہنچے — جسے حوالات میں بند کروایا گیا تھا اور جس کا تعاقب انھوں نے کیا تھا:

"ہاں بھئی — تم نے سیٹھ قاسم کی کوٹھی پر بم کس کے کہنے پر پھینکا۔"

"میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا! یہ بات ہے۔" وہ مسکرائے۔

"ہاں! یہی بات ہے — آپ زور لگا لیں۔"

"نہیں بھئی! اس میں زور لگانے کی کیا بات ہے۔" یہ کہہ کر وہ سب انسپکٹر کی طرف مڑے:

"اسے میرے دفتر پہنچانا ہو گا — ذرا اس کے کس بل نکالیں گے۔"

"او کے سر — آپ چلیے — ہم اسے لے کر آ رہے ہیں۔"

"لیکن ذرا احتیاط سے، اگر یہ فرار ہو گیا تو مجھے بہت افسوس ہو گا۔"

"آپ فکر نہ کریں سر — اس کے تو فرشتے بھی فرار نہیں ہو سکیں گے۔"

"نہیں بھئی — آپ فرشتوں کے بارے میں کوئی لفظ نہیں

کہہ سکتے — فرشتے اور مخلوق ہیں — ان کے اور فرائض ہیں — وہ اللہ کے حکم سے ذرہ بھر بھی ادھر ادھر نہیں ہوتے۔"

"اوہ — معاف کیجیے گا سر۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"خیر — میں چلتا ہوں۔"

جلد ہی وہ بھی کمرۂ امتحان میں تھا — اس کی نظریں کریمی اور بہرام لوٹا پر، اور ان دونوں کی نظریں اس پہ پڑیں — لیکن کوئی خاص بات نہ ہوئی —

"تمھارا نام کیا ہے مسٹر۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میرا نام کچھ نہیں ہے۔"

"خیر — تم اپنا نام بھی بتاؤ گے اور کام بھی۔" یہ کہہ کر انھوں نے سادہ لباس والوں کو اشارہ کیا — انھوں نے آن کی آن میں اسے ایک شکنجے میں کس دیا — اب جو اس کی رگیں پھولنا شروع ہوئیں تو چلا اٹھا —

"کھولو — مجھے کھولو — میں سب کچھ بتاتا ہوں۔"

"بھئی واہ — تم تو کہہ رہے تھے — لگا لو زور۔" انسپکٹر جمشید ہنسے اور پھر سادہ لباس والوں کو اشارہ کیا — اس کا چہرہ پرسکون ہوتا چلا گیا:

"اگر مجھے وعدہ معاف گواہ بنا لیا جائے تو سب کچھ بتا سکتا ہوں۔"

MALIK JI
25-Jul-14

"میں وعدہ نہیں کرتا۔" وہ بولے۔

"اچھا — سزا میں کمی کا وعدہ کر لیں۔"

"بہت چالاک ہو — پھنسے ہوئے ہو اور پھر بھی شرطیں منوا لینا چاہتے ہو — ہرگز نرمی نہیں کی جائے گی — ہاں اگر تم مجبور ثابت ہوئے تو پھر ایسا ہو سکتا ہے۔"

"شکریہ — میں بتاتا ہوں — میں کانگو کے لیے کام کرتا ہوں، جو حکم وہ مجھے دے دیتا ہے — اس کو بجا لاتا ہوں — کانگو مجھے دس ہزار روپے ہفتے کے حساب سے معاوضہ دیتا ہے۔"

کانگو کا نام سُن کر انسپکٹر جمشید چونک اٹھے — ان کے چہرے پر جوش کے آثار نمودار ہو گئے —

"ایسا معلوم ہوتا ہے — آخر کانگو کے بُرے دن آ ہی گئے — آج تک اس کے کسی آدمی نے گرفتار ہونے کے بعد اس کا نام نہیں لیا تھا — ادھر ادھر کی کہانیاں ہی سناتا رہا تھا لیکن تم پہلے آدمی ہو — جو فوراً ہی فرفر بولنے لگے۔"

"ہم — میں کیا بتاؤں — اس زندگی سے بہت تنگ آ چکا ہوں، بہت بھیانک جرم ہے یہ — کئی لوگوں پر بم دے مارنا — سنگ دلی کی انتہا — لیکن میں نے کانگو کے کہنے پر یہ جرم نہ جانے کتنی مرتبہ کیا ہے۔"

"اور اپنے لیے نرم سزا کی بات کر رہے تھے۔"

"ہم — میں — میں واقعی بہت سخت سزا کا حق دار ہوں۔" اس نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے — تمہارا بیان ریکارڈ کیا جا چکا ہے — کانگو کو بھی سنایا جائے گا — اب میں ان حضرات سے بھی بات کر لوں — مسٹر کریمی — کیا آپ اور بہرام لوٹا بھی ٹمبکٹو میں کسے جانا پسند کریں گے۔"

"نن — نہیں — خبردار — تم یہ ظلم ہمارے ساتھ نہیں کر سکتے، کیا تم نہیں جانتے، میں کون ہوں۔" کریمی نے چیخ کر کہا۔

"ہاں! جانتا ہوں — آپ بہت مشہور سماجی کارکن ہیں — غریبوں کے ہمدرد — لوگوں میں دولت لٹانے والے — ان کے دکھ درد میں کام آنے والے — لیکن ایسے آدمی کا جب کوئی دوسرا روپ سامنے آتا ہے تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے — میں جانتا ہوں — ابھی بڑی بڑی سفارشیں آنے والی ہیں — لیکن میں سفارشیں جاننے سننے کا عادی ہوں — جب تک میں یہ نہ جان لوں کہ اس تحریر کا کیا معاملہ ہے — اور آپ ملک کے خلاف کسی سازش میں شریک نہیں ہیں — اس وقت تک کوئی سفارش نہیں سنوں گا — چاہے ملک کے صدر کیوں نہ سفارش کریں گے۔"

"ملک کا صدر کیا چیز ہے بھئی —" کریمی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

"کیا مطلب — آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر کریمی۔" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"اس ملک کے صدر تو دوسری طاقتوں کے اشاروں پر ناچتے رہے ہیں۔"

"ہمارے نئے صدر ایسے نہیں ہیں — ان شاء اللہ ایسے نہیں ثابت ہوں گے۔"

"بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔"

"خیر — جب معلوم ہو جائے گا — ہو جائے گا — آپ اس وقت کی بات کریں۔"

"کیا پوچھنا ہے۔"

"تحریر کا کیا معاملہ ہے۔"

"ہمارا اس تحریر سے کوئی تعلق نہیں۔"

"اس گفتگو کے بعد بھی آپ یہ جملہ کہہ سکتے ہیں۔"

"ہاں! وہ آوازیں میری اور بہرام کی نہیں ہیں — ہماری آوازوں کی نقل کی گئی ہے۔" کریمی نے کہا۔

"بہت خوب — یہ بات ہوٹل کے کمرے میں نہیں سوجھی تھی شاید۔"

"ہاں نہیں سوجھی تھی — ورنہ اختر جلالی ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہ لگنے دیتا —" اس نے جھنجھلا کر کہا۔

"خیر — میں آپ کو ایک اور چیز بھی دکھا سکتا ہوں۔"

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی:

انسپکٹر جمشید نے چونک کر فون کی طرف دیکھا — ان کے ہاتھ ریسیور کی طرف بڑھ گئے:

"سر! وزیر اعلیٰ بات کرنا چاہتے ہیں۔" دوسری طرف سے محمد حسین آزاد کی آواز سنائی دی۔

"اچھی بات ہے —" انھوں نے کہا اور محمد حسین آزاد نے سلسلہ ملا دیا۔

"جنابِ عالی! میرے لیے کیا حکم ہے۔" وہ بولے۔

"میں نے سنا ہے — آپ نے کریمی کو گرفتار کیا ہے۔"

"یہ خبر بالکل ٹھیک ہے سر —"

"انھیں گرفتار کرنے سے پہلے آپ کو مجھ سے پوچھ لینا چاہیے تھا — خیر جو ہونا تھا، ہو گیا، انھیں فوری طور پر چھوڑ دیں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر — مسٹر کریمی پر ملک کے خلاف سازش کا الزام ہے۔"

"میں یہ بات کسی طرح نہیں مان سکتا — ان جیسا محبِ وطن ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا۔"

"تب پھر — پہلے مجھے ثبوت پیش کرنے کی اجازت دی

جائے۔"

"ضرور کیوں نہیں — کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ آپ میرے پاس کریمی کو لے کر آ جائیں۔"

"سر! پہلے آپ ثبوت ملاحظہ فرما لیں۔" انسپکٹر جمشید پُرسکون آواز میں بولے۔

"اچھا خیر — میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

ریسیور رکھ کر انسپکٹر جمشید کریمی کی طرف مڑے تو اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی:

"کیوں! مجھے چھوڑنے پر مجبور ہو گئے نا انسپکٹر۔" وہ بولا —

"نہیں جناب — ابھی نہیں — اللہ نے چاہا تو آپ رہا نہیں کیے جائیں گے۔"

"خیر خیر — میں بھی دیکھوں گا —" کریمی نے جھنجھلا کر کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ماتحتوں کو ان تینوں کے بارے میں ہدایات دیں اور پھر باہر نکل گئے — وزیر اعلیٰ نے ان کا استقبال بہت پھیکے انداز میں کیا:

"کریمی کے خلاف آپ کے پاس کیا ثبوت ہیں۔"

انھوں نے اپنے ثبوت پیش کر دیے — پہلے نمبر پر وہ تحریر پیش کی — پھر اپنی اس سے گفتگو سنائی، اس کے

بعد ہوٹل میں ہونے والی گفتگو سنوائی — آخر میں فلم چلا کر دکھائی — اس فلم میں کریمی اور بہرام لوٹا خاص بات چیت کرتے صاف سنے اور دیکھے جا سکتے تھے۔

"لیکن اس سب کچھ سے وہ وطن دشمن کس طرح ثابت ہو گئے —"

"آپ نے شاید اس تحریر کی طرف توجہ نہیں دی — اور پھر یہ کہ — آخر کریمی، بہرام لوٹا کو غائب ہونے کا حکم کس لیے دے رہے ہیں — مجھ سے بچنے کی بات کیوں کر رہے ہیں۔"

وزیر اعلیٰ ان کی بات کا تو کوئی جواب نہ دے سکے — البتہ سخت لہجے میں بولے:

"میں کہہ چکا ہوں — آپ انھیں چھوڑ دیں — ورنہ۔"

"اگر وہ ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث نہ ہوتے — اور کوئی عام مجرم ہوتے — میں انھیں اس صورت میں بھی نہ چھوڑتا — یہ صورت حال تو حد درجے سنگین ہے۔" انھوں نے بھی ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔

"آخر اس تحریر کا مطلب کیا ہے۔"

"تحریر کا مطلب جاننے کے لیے مجھے رات بھر مطالعہ کرنا ہو گا — اس کے بعد میں آپ کو کچھ بتا سکوں گا۔" وہ بولے۔

"پتا نہیں — آپ کیا سوچ رہے ہیں — خیر — کچھ بھی سوچیے،

MALIK JI
25-Jul-14

MALIKJI
25-Jul-14

کریمی کو رہا کرنا ہو گا — میں آدھ گھنٹے بعد کریمی کو اس کے گھر فون کروں گا — فون کریمی اٹھائے گا — آپ جا سکتے ہیں۔"

انسپکٹر جمشید السلام علیکم کہہ کر وہاں سے نکل آئے — انھوں نے اپنی کار سے محمد حسین آزاد کو فون کیا اور بولے:

"سنو محمد حسین — بہت ہوشیاری سے ان تینوں کو پرائیویٹ جیل میں پہنچا دو — اس بات کا کسی کو کانوں کان پتا نہ چلے — انھیں وہاں پہنچا کر تم بھی غائب ہو جانا — بلکہ وہیں ٹھہر جانا۔"

"او کے سر۔"

اب ان کی کار ایک ویرانے کا رخ کر رہی تھی — درختوں کے ایک گھنے جھنڈ میں انھوں نے اپنا حلیہ بڑی مہارت سے تبدیل کیا اور پھر کار کی نمبر پلیٹ بدل دی — تھوڑی دیر بعد کار کا رنگ بھی بدل چکا تھا —

چہرے پر مسکراہٹ لیے وہ شہر کی طرف بڑھے — انھیں یاد آیا — وہ سیٹھ قاسم کی کوٹھی کے آس پاس خطرات منڈلاتے چھوڑ آئے تھے —

اوہو

"خبردار — دروازہ ٹوٹنے والا ہے۔" محمود نے بلند آواز میں کہا۔

"جونہی کوئی اندر داخل ہوا — گولیوں کا نشانہ بن جائے گا۔" خان رحمان نے گویا دروازہ توڑنے والوں کو خبردار کیا۔

دروازہ توڑنے کی کوشش جاری رہی — اب وہ سب دروازے کے آس پاس پوزیشن لے چکے تھے —

"کچھ بھی ہو — ہم سیٹھ صاحب تک دشمنوں کو نہیں پہنچنے دیں گے۔" فرزانہ نے پرعزم لہجے میں کہا۔

"کک — کہیں ہم سے غلطی تو نہیں ہو رہی —" ایسے میں فاروق ہکلایا۔

"غلطی — کون سی غلطی — کہاں ہے غلطی۔" پروفیسر داؤد گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

"ہم سب کی توجہ اس وقت دروازے پر ہے — ہم کوٹھی

کے پچھلے حصّے کو بالکل بھول گئے ہیں — اگر یہ ان کی سازش ہے — تو اس وقت ان میں سے کچھ یا تو کوٹھی کے اندر داخل ہو چکے ہوں گے یا ہونے والے ہوں گے۔"

"نن — نہیں — آپ ادھر ہی ٹھہریں — میں اور فاروق ادھر جا کر دیکھتے ہیں۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

دونوں نے پچھلے حصے کی طرف دوڑ لگا دی — اور پھر فاروق کا خیال درست ہو گیا — لیکن فاروق کو چند لمحے پہلے خیال آ گیا تھا — اس لیے جونہی دشمن رسی کی سیڑھی کے ذریعے نیچے اترے — وہ ان کے سامنے تھے —

"اب تم لوگ ہمارے ہاتھوں سے سیٹھ قاسم کو نہیں بچا سکتے —" ان میں سے ایک نے کہا — کل چار تھے اور چاروں کے ہاتھوں میں خنجر تھے۔

"ہم بچانے والے کون ہوتے ہیں — بچانے والے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہیں۔" محمود سنجیدہ انداز میں بولا۔

"ہم چار تمھارے لیے کافی ہیں — دوسری طرف بھی دروازہ ٹوٹنے ہی والا ہے — وہ لوگ بھی اندر داخل ہوا ہی چاہتے ہیں — اس طرف آٹھ ہیں — آٹھوں کے پاس پستول اور خنجر ہیں — ان حالات میں کیا تم مقابلہ کر سکو گے۔"

"ہم کیا کہہ سکتے ہیں — اللہ کو ہی معلوم ہے۔" فاروق نے

مسمسی صورت بنائی۔

"ہر بات میں اللہ کا نام۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ چاروں ان پر آ پڑے — اگر وہ یک دم نیچے گر کر لڑھک نہ گئے ہوتے تو خنجر ان کے جسموں کے پار ہو گئے ہوتے — چاروں حملہ آور بھی کم ماہر نہیں تھے — دونوں لڑھکتے ہوئے دور نکل گئے اور اسی وقت محمود نے جوتے کی ایڑھی میں سے چاقو نکال لیا —

"اب آؤ دوستو —" وہ چاقو تولتے ہوئے بولا۔

چاروں اس کے چاقو کو دیکھ کر ہنسے —

"یہ چاقو ہے — یا چاقو کا بچہ —" ایک بولا۔

"تم نے کبھی سانپوں کے بادشاہ کے بارے میں سنا ہے — اس کے سر پر تاج ہوتا ہے اور وہ بالکل ننھا سا سانپ ہوتا ہے — بالکل اسی طرح میرا چاقو — چاقوؤں کا بادشاہ ہے۔" محمود نے شوخ لہجے میں کہا۔

"لیجیے — اب چاقوؤں کے بھی بادشاہ ہونے لگے — ہے کوئی ٹھیک —" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"یہ ہمیں باتوں میں لگانا چاہتے ہیں۔" دوسرے نے چونک کر کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"اوہ ہاں!" وہ بولے اور پھر ان کی طرف آئے — لیکن ایسا کرتے وقت وہ محمود کے چاقو کو بالکل بھول گئے — یا پھر انھوں نے چاقو کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی تھی — لہٰذا جونہی محمود اور فاروق نے جھکائی دی — اور ان کا وار خالی دیا — ان میں سے ایک کی کمر میں محمود کا چاقو کھچ کر کے لگا — اور باہر نکل گیا — یعنی چاقو اب بھی محمود کے ہاتھ میں تھا — لیکن دشمن بُری طرح تڑپ رہا تھا — یہ منظر دیکھ کر تینوں دم بخود رہ گئے۔

"تم نے دیکھا — اس ننھے چاقو کا کمال۔" محمود بولا۔

"اور اصل کمال اگر دیکھنا ہے تو میری طرف بھی ایک نظر ڈال لو۔" فاروق مسکرایا۔

تینوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا — بری طرح زخمی ہونے والے حملہ آور کا چاقو اب فاروق کے ہاتھ میں نظر آیا۔

"اسے کہتے ہیں — ایک پنتھ دو چاقو —" فاروق نے چہک کر کہا۔

"ہائیں — فاروق — یہ تو نیا محاورہ ہو گیا۔"

"ان محاوروں میں بس یہی تو بُری بات ہے — بات بے بات نئے ہو جاتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا کہہ رہے ہو بھئی۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

اسی وقت ایک حملہ آور تیر کی طرح اس پر آیا — اگر وہ

ہوشیار نہ ہوتا تو مار کھا گیا تھا — حملہ آور دیوار سے جا ٹکرایا — اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی اور پھر وہ ساکت ہو گیا — گویا چار میں سے دو بے کار ہو چکے تھے —

"رہ گئے دو — تم لوگ بھی بے ہوش ہونے میں ذرا جلدی کرو — ہمیں اس طرف کی بھی خبر لینا ہے۔"

اچانک بہت زور دار آواز سنائی دی — انھیں یوں لگا جیسے دروازہ ٹوٹ کر اندر کی طرف گرا ہو:

"یا اللہ خیر —"

"ہم نے میدان مار لیا — اب سیٹھ قاسم گئے۔"

"آخر سیٹھ قاسم کو مار کر تم لوگوں کو کیا مل جائے گا۔"

"انھیں تو بس ان کا معاوضہ ملے گا — موت کا خواہش مند تو کوئی اور ہے۔" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

دونوں اندھا دھند آگے بڑھے اور چاقو تولتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے — ایک کا چاقو فاروق کے سینے کے پاس سے قمیص چاک کرتا ہوا گزر گیا — بس نصف انچ کی کسر رہ گئی — فاروق بال بال بچا — اور پھر اس کا خنجر حملہ آور کے پیٹ میں تھا — ایک بھیانک چیخ اور ابھری — ادھر محمود نے اونچی چھلانگ لگائی اور حملہ آور کے سینے سے ٹکرایا — دونوں دھڑام سے گرے — حملہ آور کا سر دیوار سے لگا — اور وہ بھی

MALIK JI
25-Jul-14

ساکت ہو گیا۔

ان پر ایک نظر ڈالتے ہوئے وہ اندر کی طرف دوڑ پڑے۔

یہ دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے کہ دروازہ ٹوٹ چکا تھا۔ اور آٹھ آدمی خونخوار انداز میں خان رحمان، فرزانہ اور اکرام سے جنگ کر رہے تھے۔ جب کہ پروفیسر داؤد ہاتھوں میں ایک ڈنڈا پکڑے اس انتظار میں کھڑے تھے کہ موقع ملے تو کسی دشمن کا سر پھوڑ دیں۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ہم بھی آ گئے ہیں۔" محمود نے بلند آواز میں کہا اور پارٹی میں شامل ہو گئے۔ لیکن صرف ایک منٹ بعد ایک آواز گونجی:

"اب لڑائی جاری رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم بیگم قاسم اور مس قاسم کے کمرے میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور اس وقت یہ دونوں ہمارے قبضے میں ہیں۔ اگر یقین نہیں تو کمرے کے دروازے کی طرف دیکھ لیں۔"

وہ دھک سے رہ گئے۔ لڑتے لڑتے ادھر دیکھا۔ ایک خنجر بیگم سیٹھ قاسم کے چہرے کے بالکل ساتھ تھا اور دوسرا ان کی بیٹی کی گردن کے قریب نظر آیا۔ مارے خوف کے ان کا برا حال تھا۔ آنکھیں خوف اور دہشت سے بری طرح پھیل گئی تھیں۔ اور منہ کھلے ہوئے تھے۔

"ہتھیار پھینک دو۔ ورنہ ہم انھیں ابھی ختم کیے دیتے ہیں۔" ان میں سے ایک نے گرج کر کہا۔

"پھینک دیں بھئی ہتھیار۔" محمود بولا۔

انھوں نے اپنے چاقو پھینک دیے۔

"لل۔ لیکن۔ تم لوگ کمرے میں کس طرح داخل ہو گئے۔"

"کھڑکی توڑ کر۔ ایک طرف ہم درختوں پر موجود تھے، تو دوسری طرف دروازے پر، تیسری طرف کوٹھی کے پچھلے حصے میں تو چوتھی طرف اس کھڑکی پر زور آزمائی کر رہے تھے۔"

"افسوس!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اب افسوس کیے کیا ہو۔" ان میں سے ایک مسکرایا۔

"سیٹھ قاسم۔ آپ جہاں کہیں بھی ہیں۔ سامنے آ جائیں، ورنہ آپ کی بیوی اور بیٹی کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اور آپ کے یہ حمایتی اور طرف دار آپ کو نہیں بچا سکیں گے۔"

آواز گونج دار تھی۔ اور اس شخص کی تھی جو بیگم قاسم کے چہرے سے خنجر لگائے کھڑا تھا:

"میں۔ میں آ رہا ہوں۔" سیٹھ قاسم کی دہشت زدہ آواز کانوں سے ٹکرائی۔ لیکن اس سے پہلے کہ دروازہ کھلتا، ایک عجیب بات ہوئی۔ حملہ آوروں کے منہ سے دل دوز

MALIK JI
25-Jul-14

چیخیں نکلیں اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگے:

"ارے ارے بھئی — یہ کیا — اب ایسی بھی کیا ایکٹنگ — آپ لوگوں نے تو کمال ہی کر دیا۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ ایکٹنگ نہیں ہے فاروق — میرے بے آواز پستول کی گولیوں کا کمال ہے۔"

انھوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی اور چہروں پہ اطمینان دوڑتا نظر آیا —

"سیٹھ صاحب — آپ ابھی باہر نہ آئیں — آپ کے گھر کے افراد بخیریت ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ — میں آپ کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔"

"اردو سے ہی کام دیں۔" فاروق بولا۔

"یار چپ رہو — وہ محاورتاً کہہ رہے ہیں۔" محمود بھنا اٹھا۔

"تو کیا ہوا — محاورے اردو زبان میں بھی تو ہیں —" فاروق نے منہ بنایا۔

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

انسپکٹر جمشید اب ان کے سامنے آ چکے تھے — ان کے

دونوں ہاتھوں میں پستول تھے:

"آپ بہت ہی خوب صورت موقع پر آئے —" اکرام نے کہا۔

"پہلے ان لوگوں کو باندھ لینا چاہیے — کہیں خوب صورت موقع بدصورتی میں نہ بدل جائے۔" فاروق بولا، وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

انھیں باندھ لیا گیا — فون کے تار جوڑے گئے — مزید سادہ لباس والے بلوائے گئے — انھیں کوٹھی کے چاروں طرف مقرر کیا گیا — تب کہیں جا کر انھیں اطمینان سے بیٹھنا نصیب ہوا —

"ایک بات میرے علم میں آ چکی ہے — یہ کہ سیٹھ صاحب پر یہ حملے کانگو کرا رہا ہے۔"

"جی — کانگو —" اکرام کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"ہاں! کانگو — ہمیں اس تک پہنچنا ہے۔"

"لیکن سر — اس کے بارے میں تو مشہور ہے — کہ وہ کرائے کا قاتل ہے۔"

"ہو سکتا ہے، یہی بات ہو — اس سے بات ہو گی، تبھی اصل بات سامنے آئے گی نا —" وہ مسکرائے۔

"تب پھر — میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں، میں اس

MALIK JI
25-Jul-14

Sadia

MALIK JI
25-Jul-14

کے کئی ٹھکانوں سے واقف ہوں۔"

"ہوں ٹھیک ہے — باقی لوگ یہیں رہیں گے اور پوری طرح چوکس رہیں گے — میرا پروگرام اگرچہ یہ تھا کہ یہاں بیٹھ کر اطمینان سے کتابوں کا مطالعہ کروں گا اور روبالٹ کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا — لیکن اب کانگو کا معاملہ آ پڑا ہے — اس کی گرفتاری بھی بہت ضروری ہے۔" یہ کہ وہ اٹھ کھڑے ہوئے —

"اس کا مطلب ہے — یہ رات تو گئی تمام کی تمام —" فاروق نے ان کے جانے کے بعد کہا۔

"راتوں کا کام ہی جانا ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"لیکن اس طرح جانا ان کا کام نہیں ہے — رات اللہ تعالیٰ نے سونے کے لیے بنائی ہے۔"

"مجبوری ہے — ان حالات میں کون سو سکتا ہے۔" محمود نے کہا۔

"ابا جان آ کر حالات بھی نہیں سنا سکے — اور نہ ہم نے انھیں یہاں کے حالات سنائے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"کوئی بات نہیں — کانگو کو گرفتار کر کے وہ یہیں لائیں گے۔"

اسی وقت باہر شور کی آواز گونجی — ان کے کان

0321-4187176
AMAN EHTASHAM

کھڑے ہو گئے۔

"شاید — پھر کوئی گڑبڑ ہے — یہ لوگ ہمیں آرام سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔" محمود نے جل کر کہا اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

"سیٹھ صاحب — آپ پھر اپنے کمرے کا رخ کریں — جلدی سے۔" فاروق بولا۔

اور وہ ہر قسم کی صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے — اسی وقت محمود مسکراتا ہوا لوٹا:

Sadia

"کیا بات تھی؟"

"چند پاگل کہیں سے اس طرف آ گئے ہیں — انھوں نے سادہ لباس والوں پر روڑے برسانا شروع کر دیے — سادہ لباس والوں کو انھیں ڈنڈے مار کر بھگانا پڑا۔"

"دھت تیرے کی — ان پاگلوں کو بھی آج ہی اس طرف آنا تھا۔" فاروق نے بھنا کر کہا۔

"خبردار — اب تم میرا جملہ اڑانے پر تل گئے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"اڑانے پر تل گئے — بھئی واہ — کمال ہے۔" پروفیسر داؤد ہنسے۔

"کمال تو ان پاگلوں نے کیا — اسے محمود — سادہ لباس والوں نے غلطی کی — پاگلوں کو گرفتار کرنا چاہیے تھا۔"

"کیا کہہ رہی ہو — بھلا پاگلوں کو گرفتار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ اس کی طرف پلٹا۔

"بھئی غور کرو نا — آخر اس وقت وہ پاگل اس طرف کہاں سے آ گئے — یہ مقام تو پہلے ہی میدانِ کار زار بنا ہوا ہے۔"

"اب ان پاگلوں کو کیا پتا — میدانِ کار زار بنا ہوا ہے، یا امن کا باغ بنا ہوا ہے۔" محمود بولا۔

"امن کا باغ — بھئی واہ — یہ کون سے ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"امن تو تمھیں اب ہم دکھائیں گے۔"

اس جملے نے انھیں اچھل پڑنے پر مجبور کر دیا — زینے پر تین آدمی پستول لیے کھڑے تھے:

"ارے باپ رے — آپ لوگ کہاں سے نازل ہو گئے۔"

"چھت کی طرف سے۔"

"ہائیں — یہ — یہ تو وہی پاگل ہیں — اوہ —" محمود نے چونک کر کہا اور اس کی نظریں فرزانہ پر جم گئیں — وہ مسکرا دی۔

"بہت دیر بعد میری بات سمجھ میں آئی۔"

"ہم وہ پاگل نہیں ہیں — بلکہ ان پاگلوں کے ساتھی ہیں —

انھوں نے تو سادہ لباس والوں کو جگہ سے ہٹانے کا کام کیا تھا اور چلتے بنے تھے — اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہم پہلے ہی تاک میں تھے۔"

"خیر کوئی بات نہیں، اب آ ہی گئے ہیں تو تشریف رکھیے کیا پئیں گے — ٹھنڈا یا گرم —" فاروق نے خوش اخلاق لہجے میں کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا — یہ ہمارے دشمن ہیں —" محمود نے غرّا کر کہا۔

"تو اس میں غرّانے کی کیا بات ہے۔"

"تم غرّانے کی بات کر رہے ہو — میں تو کاٹ کھانے کی سوچ رہا ہوں۔" محمود قدرے چیخ کر بولا۔

"اے خبردار — بڑے آئے کاٹ کھانے کے لیے۔"

دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے —

"ارے ارے —" فرزانہ نے گھبرا کر کہا اور ان کی طرف دوڑ پڑی — اس طرح تینوں آپس میں اس زور سے ٹکرائے کہ بری طرح اچھلے اور ان تینوں حملہ آوروں سے ٹکرا گئے — وہ ابھی ان کی چال سمجھ بھی نہیں پائے تھے کہ پستول ان کے ہاتھوں میں نظر آئے:

"اسے کہتے ہیں ترکی بہ ترکی جواب دینا۔" فاروق چہکا۔

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

عملہ آوروں کے رنگ اڑ گئے۔

"اسے شاید نہلے پہ دہلا بھی کہتے ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"کہتے ہوں گے — ہم تاش نہیں کھیلتے — تاش کھیلنے کی اسلام میں کوئی اجازت نہیں۔"

"دھت تیرے کی — محاورے میں سے تاش نکل آئی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پہ ہاتھ مارا:

"تم تاش کی بات کرتے ہو — ان میں سے تو ہاتھی گھوڑے نکل سکتے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"ہاں دوستو — تم کیا کہتے ہو۔"

"اب یہ بے چارے کیا کہیں گے — کہنے کی باری تو ہماری ہے — ہاں بھئی — مسٹر کانگو کہاں مل سکیں گے؟"

"کانگو —" ان کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

"ہاں کیوں — کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم لوگ کانگو کے غنڈے نہیں ہو۔"

"آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہو گئی —" ان میں سے ایک نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہمارے پاس دراصل جادو کی چھڑی ہے — اس سے جو چاہتے ہیں، معلوم کر لیتے ہیں۔" فاروق بولا۔

"ثابت ہو گیا — یہ کانگو کے ہی آدمی ہیں — ہاں بھئی —

کانگو کے ٹھکانے کے بارے میں بتا دو — جہاں اس سے ہم ملاقات کر سکیں۔"

"ان کے نہ جانے کتنے ٹھکانے ہیں — وہ کس وقت کون سے ٹھکانے پہ ہوں گے — کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"اچھا بھائی — اگر کچھ نہیں کہا جا سکتا تو پھر خاموش رہو۔" فاروق جل گیا۔

"کانگو کرائے کا قاتل ہے — اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ سیٹھ قاسم صاحب کو کوئی اور شخص قتل کرانا چاہتا ہے۔"

"خیر — یہ بات تو ہم کانگو سے معلوم کر لیں گے۔"

"نہیں جناب — آپ ان سے معلوم نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے کہ ایسے کام کرنے والے کانگو صاحب جیسے لوگوں کے سامنے نہیں آتے — اس صورت میں تو کرائے کے قاتل انہیں بلیک میل کر سکتے ہیں۔"

"ارے باپ رے — اس طرح تو معاملہ بہت الجھ جائے گا۔" فاروق گھبرا گیا۔

"الجھ کیا جائے گا — پہلے ہی الجھا ہوا ہے۔"

"بھئی — ہم باتیں کیے جا رہے ہیں — پہلا کام ہے انہیں باندھ لینا — باتیں تو ان سے بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔"

خان رحمان بولے۔

"شکریہ انکل — آپ نے خیال دلوایا — ورنہ ہمیں تو انھیں باندھنے کا خیال ہرگز نہ آتا۔"

انھیں باندھ دیا گیا — ایسے میں فاروق بولا:

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آج کا دن باندھنے کا دن ہو —"

"خبردار ہاتھ اوپر اٹھا دو — ورنہ چھلنی کر دوں گا۔" زینے پر سے ایک سخت آواز سنائی دی۔

انھوں نے گھبرا کر ادھر دیکھا — وہاں سٹین گن لیے ایک نقاب پوش کھڑا تھا۔

"دیکھا — کر دیا نا وقت ضائع —" خان رحمان بھنا اُٹھے۔

"اب ہمیں کیا معلوم تھا — کہ یہ اپنا کوئی ساتھی اوپر چھوڑ آئے ہیں — اور وہ اس انتظار میں ہے کہ کب ہم اس کے ساتھیوں کو باندھ کر بے فکر ہوتے ہیں اور وہ حملہ آور ہوتا ہے۔"

"چلو پھر — اٹھاؤ ہاتھ —" خان رحمان بولے۔

"یہ تو اب کرنا ہی ہوگا —" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے — نقاب پوش کے دوسرے ہاتھ میں ایک چاقو نظر آیا۔ اس کی مدد سے اس نے اپنے

MALIK JI
25-Jul-14

ساتھیوں کی رسیاں کاٹ ڈالیں —

"اب تم انھیں باندھ ڈالو۔"

"اس کی ضرورت نہیں مسٹر نقاب پوش —" فاروق نے فوراً کہا۔

"ضرورت کیوں نہیں — میں تمھاری کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

"ضرورت اس لیے نہیں کہ رسیاں ہمیں زیادہ دیر تک جکڑے نہیں رکھ سکتیں۔"

"ان رسیوں کی ایسی کی تیسی۔" اس نے بھنا کر کہا۔

اس کے ساتھی ان کی طرف بڑھنے لگے —

"تو کیا — آپ مسٹر کانگو ہیں؟"

"ہاں! اپنے آدمیوں کی ناکامیوں نے مجھے آنے پر مجبور کر دیا — اگرچہ آج تک میں خود ایسی جگہوں پر نہیں آیا تھا — لیکن آج آنا پڑ گیا — اور اب سیٹھ قاسم کانگڑی والا کی بات ہو جائے — وہ شاید اس کمرے میں بند ہے — ان لوگوں کو باندھنے کے بعد اس دروازے کو توڑ ڈالو اور سیٹھ قاسم کو باہر نکال کر ذبح کر دو۔"

"ارے باپ رے —" فاروق تھر تھر کانپنے لگا۔

"ہائیں — یہ انسپکٹر جمشید کی اولاد آج کانپ کیوں رہی ہے؟"

"ایسا — ایسا ظلم نہ کیجیے گا —" فاروق بولا۔

"یہ کوئی چال چلنے کے موڈ میں ہیں — جلد از جلد باندھ ڈالو۔" کانگو غرّایا۔

فاروق کانپتا ہی رہا — اسی حالت میں اس نے اپنے ہاتھ بندھوائے — پھر باقیوں کے ہاتھ بھی باندھے گئے — اب وہ اس کمرے کے دروازے کی طرف متوجہ ہوئے — وہ پیچھے ہٹتے چلے گئے — پھر بے تحاشا دوڑ کر آئے اور دروازے سے ٹکرا گئے —

ان کی حالت بہت بُری تھی — اگر کمرے کا دروازہ ٹوٹ جاتا — اور کانگو سیٹھ قاسم کو ختم کر دیتا تو وہ اپنے والد کو کیا منہ دکھاتے — اچانک ایک چاقو ان میں سے ایک کی کمر میں لگا — اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی اور فرش پر گر کر تڑپنے لگا — باقی لوگ بوکھلا کر پلٹے — لیکن کسی کی سمجھ میں یہ بات نہ آ سکی کہ چاقو کس نے اور کیسے پھینکا ہے۔

"یہ حرکت تم میں سے کس کی تھی — تم — مگر نہیں — تم لوگوں کے تو ہاتھ بندھے ہوئے ہیں — اس کا مطلب ہے —" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا — اور ادھر ادھر دیکھنے لگا — اسی وقت ایک کرسی اس کے ایک ساتھی کے سر پر لگی — اب تو وہ گھبرا گئے — دوڑ کر ان کی طرف بڑھے — یہ دیکھنے کے لیے

کہ ان میں سے کس کے ہاتھ کھلے ہیں —

اور یہی ان کی غلطی تھی — محمود، فاروق، فرزانہ اور خان رحمان ان پر ٹوٹ پڑے — خان رحمان نے کانگو سے مقابلہ کرنا مناسب خیال کیا —

"بے وقوفو — یہ تم نے رسیاں باندھی تھیں۔" کانگو غرّایا۔

لیکن بے وقوف کیا جواب دیتے — ان پر تو تابڑ توڑ لاتیں اور گھونسے پڑ رہے تھے — ہاں محمود ضرور بولا:

"ان کا قصور نہیں — یہ کام فاروق کی کپکپی نے دکھایا ہے — ہاتھ بندھوانے کے دوران بھی اس کے جسم پر کپکپی طاری رہی اور اس طرح اس کے ہاتھ ڈھیلے بندھے — ان حالات میں اگر اس نے ایک نسخے سے چاقو سے کام لے لیا تو کیا بُرا کیا —"

جلد ہی کانگو اور اس کے ساتھی ان کے قبضے میں تھے — محمود نے آگے بڑھ کر اس کا نقاب الٹ دیا —

انھوں نے کانگو کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا — اس لیے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کانگو ہے یا نہیں —

"میں ذرا سادہ لباس کو سخت سست کہہ آؤں۔" محمود بولا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ ساری ہنگامہ آرائی ان کی وجہ سے کرنا پڑی — اگر وہ

MALIK JI
25-Jul-14

ہوشیار ہوتے تو شاید یہ نوبت نہ آتی۔"

یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر کی طرف چلا گیا۔ ادھر فاروق نے آگے بڑھ کر سیٹھ صاحب کے دروازے پر دستک دی:

"سیٹھ صاحب۔ دروازہ کھول دیں۔ اب یہ لوگ پوری طرح ہمارے قبضے میں ہیں۔"

چند سیکنڈ گزر گئے۔ لیکن سیٹھ قاسم کی طرف سے انھیں کوئی جواب نہ ملا۔ فاروق نے پھر بلند آواز منہ سے نکالی۔ لیکن پھر بھی جواب نہ ملا:

"سیٹھ صاحب کہیں سو تو نہیں گئے۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور بے تابانہ انداز میں دروازہ دھڑ دھڑا ڈالا۔ اسی وقت محمود لوٹ آیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو بھئی۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"سیٹھ صاحب اندر سے جواب نہیں دے رہے۔"

"کیا!!!" اس نے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف دوڑا۔ جونہی باہر نکلا۔ اس کی نظر انسپکٹر جمشید اور اکرام پر پڑی۔

"اوہ آپ آ گئے۔ یہ اچھا ہوا۔ یہاں کے حالات حد درجے عجیب و غریب ہیں۔"

"لیکن تم دوڑے کہاں جا رہے ہو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"سیٹھ قاسم کے کمرے کی کھڑکی کا جائزہ لینے۔ اگر کھڑکی اندر سے بند ہے تو وہ اندر ہی ہیں۔ ورنہ انھیں اغوا کیا جا چکا ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو بھئی۔" ان کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"ہاں! ابا جان۔ ہمیں بہت ہوشیاری سے الجھایا گیا ہے۔ آیئے۔ پہلے کھڑکی دیکھ لیں۔"

وہ باغ سے گزرتے کھڑکی تک آئے۔ اور یہ دیکھ کر دھک سے رہ گئے۔ کہ کھڑکی کے قبضے اکھڑے ہوئے تھے۔

"ہم ادھر سے آتے ہیں۔ تم اندر داخل ہو کر دروازہ کھول دو۔ ہاں خیال رہے۔ تم کسی چیز کو بھی ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔"

"جی ہاں! وہ تو ہے۔"

جلد ہی وہ کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے میں افراتفری مچی تھی۔ کئی چیزیں ادھر ادھر گری تھیں۔ گویا اغوا سے پہلے انھوں نے خود کو چھڑانے کی بھی کوشش کی تھی۔ وہ ان کی آواز نہیں سن سکے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ اغوا کرنے والے کئی تھے۔ اور انھوں نے ان کا منہ بند کر رکھا

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

تھا—

"یہ بہت بُرا ہوا۔" اکرام بولا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا اکرام — بُرا ہوا یا اچھا — ارے ہاں — پہلے تو تم تفصیل سناؤ۔" وہ سیدھے ہو کر بولے۔

محمود تفصیل سنانے لگا — کانگو کے آنے پر اس نے چونک کر نقاب پوش کی طرف دیکھا پھر بولا:

"ارے نہیں — یہ کانگو نہیں ہے۔"

"یہ ٹھیک ہے — میں کانگو نہیں ہوں۔" اس نے کہا۔

"افسوس: یہ بہت بُرا ہوا — اب صبح کے اخبار بڑی بڑی سرخیوں میں ہماری ناکامی کی خبریں شائع کریں گے — اور افسرانِ بالا کے ٹیلی فون پہ ٹیلی فون آئیں گے —" محمود بڑبڑایا۔

"پروا نہیں — آتے ہیں تو آنے دو — پہلے تو میں اس کمرے کا جائزہ لے لوں۔"

انھوں نے کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھنا شروع کیا — فرش پر سیٹھ قاسم کے دونوں جوتے موجود تھے — ایک کمرے کے درمیان میں — دوسرا ایک دیوار کے ساتھ — مسہری کے نیچے انھیں ایک پیچ کس بھی نظر آیا — پیچ کس کے ساتھ ہی عینک پڑی تھی — اس کے شیشے ٹوٹ گئے تھے — الیش ٹرے

میں سگریٹ کے ٹکڑے بھرے ہوئے تھے — گویا کمرے میں بند ہونے کے بعد سیٹھ صاحب بہت تیزی سے سگریٹ پیتے رہے تھے — صاف ظاہر ہے — سگریٹ کا عادی آدمی پریشانی کی حالت میں جلدی جلدی ہی سگریٹ پیتا ہے —

"اوہو — یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں —" انھوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی۔

گھر تاریک

"کیا کوئی خاص چیز نظر آئی ہے جمشید۔" خان رحمان بولے۔

"نہیں — لیکن ایک خاص خیال ضرور آیا ہے۔"

"کیسا جمشید — ان حالات میں خاص خیال بھلا ہماری کیا مدد کر سکتا ہے — کانگو سیٹھ صاحب کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔"

"گویا اب ہم سیٹھ قاسم کو زندہ حالت میں نہیں دیکھ سکیں گے۔" فرزانہ نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"نن — نہیں — نہیں — یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں — سیٹھ صاحب کی بیٹی چلائی — بیگم کا رنگ بھی سفید تھا۔

"ہاں واقعی — ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے — موت کا ایک وقت مقرر ہے — اگر ان کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا تو کانگو ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے — اب ہمیں یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ

نہیں — جن کی حفاظت کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے تھے — انھیں اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"تو پھر —"

"گھر چلیں گے — سادہ لباس والے پورے شہر میں سیٹھ قاسم کی تلاش ابھی شروع کر دیں گے — جونہی کوئی اطلاع ملی — ہم روانہ ہو جائیں گے —" یہ کہہ کر وہ سادہ لباس والوں کو ہدایات دینے لگے — آخر باہر نکل آئے:

"اور آپ جو کانگو کی تلاش میں گئے تھے۔" فرزانہ بولی۔

"وہ کہیں نہیں مل سکا — نہ جانے کہاں چھپا ہے۔" انھوں نے بتایا۔

"اس خفیہ پیغام والا معاملہ بھی درمیان میں رہ گیا۔"

"نہیں — اس پر بھی توجہ دے رہا ہوں — واقعات ہی اس طرح پے در پے پیش آئے کہ پرسکون رہ کے کچھ کرنے کا موقع نہیں ملا — اب جب کہ سیٹھ قاسم صاحب اغوا کیے جا چکے ہیں — اور ان کے زندہ واپس ملنے کی کوئی امید نہیں رہی — تو ہم اس پیغام کی طرف بھرپور توجہ دے سکیں گے — اس سلسلے میں ہمارے پاس دو قیدی موجود ہیں — پھر سوالات کریں گے — لیکن پہلے گھر جا

MALIK JI
25-Jul-14

کہ کتب کا مطالعہ — کیوں کہ جب تک جڑ کی بات معلوم نہ ہو جائے — کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔"

ان کی گاڑیوں کا رخ اب گھر کی طرف تھا —

"صبح آئے گی مصیبت تو — ہر کوئی ہم پہ طنز کرے گا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"حیرت اس بات پر ہے کہ ہم نے کھڑکی ٹوٹنے کی آواز کیوں نہیں سنی —" فرزانہ بولی۔

"ان کے پاس ایسے آلات ہوں گے — جن کی مدد سے انھوں نے آواز پیدا کیے بغیر کھڑکی اکھاڑ ڈالی۔"

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"سر — میرے ذہن میں ایک اور ٹھکانہ آیا ہے — امید کی جا سکتی ہے کہ کانگو وہاں ضرور ملے گا۔" ایسے میں اکرام بول اٹھا۔

"تب پھر پہلے اس طرف چلتے ہیں۔"

پندرہ منٹ بعد وہ ساحلِ سمندر میں واقع ایک بہت پرانی ہٹ کے سامنے پہنچ کر رُکے — دور دور تک کوئی نہیں تھا — آسمان پہ چاند چمک رہا تھا اور سمندر کی موجیں بہت آواز پیدا کر رہی تھیں — ان حالات میں انھوں نے ہٹ کو گھیرے میں لے لیا — محمود نے آگے بڑھ کر دستک

دی — ایک لمبے قد کے آدمی نے دروازہ کھولا — اس کی آنکھوں میں نیند بھری تھی —

"کیا بات ہے جناب —" اس نے خوش گوار لہجے میں کہا۔

"بیٹھ کر بات کریں گے۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اندر داخل ہو گئے۔

"کیا مطلب؟"

"مسٹر کانگو — پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"کیا!!!" وہ بُری طرح اچھلا۔

"ہاں! تم ہی کانگو ہو — یہ میک اَپ ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا — کیوں اکرام؟"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں — میں نے کانگو کو ایک مرتبہ اسی ہٹ میں دیکھا تھا — لیکن اس وقت نہ تو یہ میک اَپ میں تھا، نہ اتنا مشہور آدمی تھا — بس اچانک ہی یہ جگہ میرے ذہن میں آ گئی۔"

اکرام کے ان الفاظ کے ساتھ ہی کانگو نے ہٹ سے باہر چھلانگ لگا دی، اور سمندر کی طرف دوڑ پڑا —

"ارے بھئی کیا ڈوب مرنے کا ارادہ ہے۔" فاروق نے ہانک لگائی۔

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

انسپکٹر جمشید اس کے پیچھے دوڑے اور اس سے پہلے کہ وہ پانی تک پہنچتا، وہ آگے نکل گئے — کانگو فوراً رکا — انسپکٹر جمشید مڑے — اور پھر دونوں ایک دوسرے سے اس زور سے ٹکرائے کہ الٹ کر گرے — لیکن اٹھنے میں انسپکٹر جمشید بازی ہار گئے — اتنے میں کانگو چاقو نکال چکا تھا۔

"کوئی فائدہ نہیں کانگو — اب تمھیں ہار مان ہی لینی چاہیے۔"

اس نے ان پر چھلانگ لگائی — چاقو والا ہاتھ بلند ہوا، اور نیچے گرا — انسپکٹر جمشید نے دائیں ہاتھ کی کلائی پر اس کا چاقو والا ہاتھ روکا اور ساتھ ہی بائیں ہاتھ کا مُکّا اس کی ٹھوڑی پر رسید کر دیا — اس مُکّے میں نہ جانے کس قدر زور تھا — کانگو اپنی جگہ سے اچھلا اور ریت پر گرا — چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا —

اس وقت تک باقی لوگ بھی نزدیک آ چکے تھے — لہٰذا محمود نے چاقو پر فوراً قبضہ کر لیا — تین مُکّے اسے اور رسید کرنا پڑے — تب کہیں جا کر اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے ہوئے — بہت سخت جان ثابت ہوا تھا — اسے گھسیٹ کر پھر اس کے ہٹ میں لایا گیا:

"ہاں مسٹر کانگو — اب بتاؤ — سیٹھ قاسم کانگڑی والا

کہاں ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکا۔

"اس میں چونکنے کی کیا بات ہے — بھئی یہ بات اب راز نہیں رہی کہ کسی نے سیٹھ قاسم کو ختم کرانے کے لیے تمھاری خدمات حاصل کی ہیں۔"

"یہ بات ٹھیک ہے — لیکن آپ سیٹھ قاسم کے بارے میں مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں — میرے آدمیوں کے لیے اسے اغوا کرنا ضروری نہیں تھا، نہ ہی اس قسم کی ہدایات دی تھیں — انھیں تو بس یہ حکم تھا کہ جیسے بھی ہو، سیٹھ قاسم کانگڑی والا کو ختم کر دیا جائے۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن وہ ختم نہیں کر سکے — لہٰذا تنگ آ کر اغوا کرنے پر مجبور ہو گئے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"غلط — بالکل غلط — اگر انھوں نے ایسا کیا ہوتا — تو بھی وہ فوراً مجھے اطلاع دیتے — اور بتاتے کہ انھوں نے اغوا کرنے کے بعد اسے ٹھکانے لگا دیا ہے۔"

"اور ایسا نہیں ہوا — اس لیے تم یہ کہہ رہے کہ تمھارے آدمیوں نے اسے اغوا نہیں کیا۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"مسٹر کانگو — کئی باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں — ہم

اندر بیٹھ کر بات کریں گے — ویسے تم زیر حراست ہو۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا —" اس نے بھنا کر کہا۔

"اسے ہم خوش فہمی ہی کہہ سکتے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"ہو سکتا ہے — آپ خود غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔" اس نے منہ بنایا۔

"خیر — یہ بعد میں معلوم ہو جائے گا — اندر چلو۔" انسپکٹر جمشید نے اسے اندر کی طرف دھکیلا —

"تم تینوں اس پر نظر رکھنا — یہ فرار نہ ہونے پائے۔"

"جی بہتر! اللہ نے چاہا تو یہ حضرت فرار نہیں ہو سکیں گے۔"

انسپکٹر جمشید ہٹ کی تلاشی لینے لگے — کہنے کو یہ سمندر کے کنارے بنا ہوا ایک چھوٹا سا ہٹ تھا — لیکن جب انھوں نے جائزہ لیا تو پتا چلا — اچھا بھلا مکان ہے — جس میں ضرورت کی ہر چیز موجود ہے — ایک خفیہ الماری سے انھیں دو وائرلیس سیٹ بھی مل گئے — دو سیٹوں کو دیکھ کر انھیں بہت حیرت ہوئی —

"کیا ایک سے کام نہیں چل سکتا تھا۔" انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے۔

"بعض اوقات کئی کئی ماتحتوں کو پیغام دینا ہوتا ہے۔"

وہ بولا۔

"اس وقت تک کتنے آدمی تمھارے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکے ہوں گے۔"

"ایک بھی نہیں — یہ پہلا کام ہاتھ میں لیا تھا — لیکن ناکام رہا۔" وہ مسکرایا۔

"بہت خوب — کام ابھی پہلا ہاتھ میں لیا تھا — لیکن — وائرلیس سیٹ دو دو رکھے ہوتے ہیں —" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں طنز تھا —

کانگو کا رنگ اڑ گیا — عین اسی وقت وائرلیس سیٹ پر اشارہ موصول ہوا — کانگو تو اچھل ہی پڑا — وہ بھی یک دم سیٹ کی طرف متوجہ ہو گئے — اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کانگو نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی — لیکن اس سے پہلے کہ وہ چٹخنی کھولتا — تینوں اس کے سر پر پہنچ چکے تھے:

"نہیں مسٹر کانگو — ایسا نہیں ہو گا۔" محمود بولا۔

"میں — میں تم لوگوں کا خون پی جاؤں گا۔"

"ارے باپ رے —" فاروق لرز کر بولا۔

وہ ان پر جھپٹ پڑا اور اپنی ہی جھونک میں دیوار سے ٹکرایا:

MALIK JI
25-Jul-14

"خون پینے والے یوں دیواروں سے سر نہیں ٹکرایا کرتے۔"

ادھر وائرلیس پر ٹوں ٹوں جاری تھی۔ کانگو کے سر پر چوٹ آئی تھی۔ وہ بے دم سا ہو گیا۔

"اس کا منہ دبوچ لو۔ کوئی آواز نہ نکلنے پائے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

جب محمود نے اس کا منہ بند کر دیا اور فاروق نے احتیاطاً اس کے ہاتھ پکڑ لیے تو انسپکٹر جمشید نے سیٹ آن کیا اور کانگو کی آواز میں بولے:

"کانگو بول رہا ہوں۔"

"کانگو۔ یہ تم نے کیا کیا۔ سیٹھ قاسم کو اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اب انسپکٹر جمشید تمہارا سراغ لگا لے گا۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"اُلو کے پٹھے۔ تم نے سیٹھ قاسم کو اغوا کیوں کیا۔"

"سر۔ میرے آدمیوں نے اغوا نہیں کیا۔" کانگو بولا۔

"کیا۔ یہ تم نے آج مجھے سر کیوں کہا۔ باس کیوں نہیں کہا۔"

"آج میرا گلا خراب ہے۔"

"گلا خراب ہے۔ تو پھر۔ کیا خراب گلے سے باس کا لفظ نہیں نکل سکتا اور سر کا نکل سکتا ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے باس۔ خراب گلے نے مجھے بدحواس کر رکھا ہے۔ آپ یقین کریں۔ میرے آدمیوں نے اسے اغوا نہیں کیا، نہ میں نے انھیں ایسا کوئی حکم دیا۔ اگر کسی مجبوری کی بنا پر وہ اغوا کرتے تو مجھے اطلاع ضرور دیتے۔"

"تب پھر۔ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے۔ کسی کو بھلا ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اس کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کوئی اور بھی سیٹھ قاسم کا دشمن ہے۔ اس نے اس چپقلش کا فائدہ اٹھایا اور اغوا کر کے لے گیا۔"

"ہوں۔ یہ تو ایک نئی الجھن ہو گئی۔ اب ہم اپنے مؤکل کو کیا جواب دیں گے۔ وہ تو مطالبہ کر سکتا ہے کہ لاش کہاں ہے۔"

"تب پھر ہم سیٹھ قاسم کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔" وہ بولے۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔ لیکن کام جلد از جلد ہو جانا چاہیے۔ وہ خوف ناک آدمی سائے کی طرح ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔" باس بولا۔

"آپ کا اشارہ انسپکٹر جمشید کی طرف ہے شاید۔"

"ہاں! لیکن تمھیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اچھا بس۔"

MALIK JI
25-Jul-14

آواز بند ہو گئی ۔ انھوں نے سیٹ بند کیا ۔ محمود اور فاروق کو اشارہ کیا ۔ انھوں نے کانگو کو چھوڑ دیا ۔

"تو تم ایک عدد باس بھی رکھتے ہو ۔" ان کے لہجے میں گہرا طنز تھا ۔

"ہاں جناب ۔ حقیقت دراصل یہی ہے ۔ جو آج پہلی بار دوسروں کے سامنے آ رہی ہے ۔ میں دراصل اس نامعلوم آدمی کے لیے کام کرتا ہوں ۔ اصل ہدایات اس کی ہوتی ہیں ۔ لوگوں سے معاہدے میں کرتا ہوں ۔ رقمیں میں وصول کرتا ہوں ۔ لیکن اس کے بعد ہدایات مجھے اس سے وصول ہوتی ہیں ۔ اور اسلحہ بھی ۔"

"کیا مطلب ۔ اسلحہ بھی ۔"

"ہاں بم ۔ رائفلیں اور خنجر وغیرہ ۔"

"تو اس کا مطلب ہے ۔ جو بم سیٹھ قاسم کی کوٹھی پر مارا گیا ۔ وہ بھی اس نے تمھیں دیا تھا ۔"

"یہی بات ہے ۔"

"سیٹھ قاسم کے دشمن سے تمھاری ملاقات کہاں ہوئی تھی ۔"

"ہوٹل داراب میں ۔"

"اوہ!" ہوٹل داراب کا نام سن کر چونکے ۔ پھر انسپکٹر جمشید بولے ۔

"اور تم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کون ہے ۔"

"نہیں ۔ یہ کوشش میں کبھی بھی نہیں کرتا ۔"

"ہوں! خیر ۔ ایک بات سمجھ میں نہیں آئی ۔ تم ہمارے ہر سوال کا جواب فرفر کیوں دے رہے ہو ۔ کوئی بات تم نے چھپانے کی قطعاً کوشش نہیں کی ۔"

"اس لیے کہ میں نے آپ کے کمرۂ امتحان کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے ۔" اس نے کانپ کر کہا ۔

"مطلب یہ ہوا کہ ۔ نہ تو تم سیٹھ قاسم کے دشمن کو جانتے ہو ۔ نہ اپنے باس کو ۔"

"ہوٹل داراب کا کمرہ نمبر نہیں بتایا اس نے ۔" ایسے میں فرزانہ بول اٹھی ۔

"ہاں بھئی ۔ یہ بھی بتا دو ۔" انسپکٹر جمشید نے کہا ۔ کانگو کو باندھ کر گاڑی میں بٹھایا گیا تھا ۔

"کمرہ نمبر ۳۴۰ ۔" اس نے کہا ۔

اسے حوالات میں بند کر کے وہ ہوٹل داراب آئے ۔

"سیٹھ قاسم کے معاملے نے پیغام والے چکر کو دبا کر رکھ دیا ہے ۔" فاروق بڑبڑایا ۔

"شاید ۔ سازشی یہی چاہتے ہیں ۔ کہ ہم ان کی طرف توجہ

MALIK JI
25-Jul-14

نہ دے سکیں۔"

"اور آپ ابھی تک کتابوں کا مطالعہ بھی شروع نہیں کر سکے۔"

"ابھی تک تو اطمینان سے بیٹھنا بھی نصیب نہیں ہوا۔" وہ مسکرائے۔

ہوٹل داراب کا کمرہ نمبر ۳۴۰ ان کے لیے کھولا گیا۔ منیجر حیرت زدہ تھا:

"معاملہ کیا ہے سر۔"

"رضوان خالد آپ کے نائب ہیں۔" انسپکٹر جمشید سرسری انداز میں بولے۔

"جی ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ کیا انھوں نے کوئی غیر قانونی کام کیا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو اس کے لیے میں یا ہوٹل ذمے دار نہیں ہوں گے۔"

"آپ سوالات نہ کریں۔ بلکہ ہمارے سوالات کے جواب دیں۔" انسپکٹر جمشید بُرا مان گئے۔

"جی فرمایئے۔"

"چند دن پہلے یہ کمرہ کس نے کرائے پر لیا تھا۔"

"جی یہ کمرہ۔ تو ہمیشہ بک رہتا ہے۔"

"ہمیشہ بک رہتا ہے۔ کیا مطلب۔" وہ زور سے چونکے۔

"مطلب یہ کہ کسی نامعلوم آدمی نے اس کمرے کو ہمیشہ

کے لیے کرائے پر لے رکھا ہے۔ وہ ہر سال اس کا کرایہ ہمیں ادا کر دیتے ہیں۔"

"لیکن وہ نامعلوم کس طرح ہو گئے؟"

"وہ جب بھی یہاں آئے ہیں۔ نہایت خاموشی سے آتے ہیں، اور خاموشی سے واپس چلے جاتے ہیں۔ ہم ان کا نام نہیں جانتے۔ صرف شکل سے انھیں پہچانتے ہیں۔ لیکن شکل صورت بھی ہمیں تو فرضی لگتی ہے۔ لیکن ہمیں بھلا اس سے کیا۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ وہ ایک شان دار گاہک ہے۔"

"اس نے اپنا نام پتا کچھ بھی نہیں لکھوا رکھا؟"

"نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کا نام مسٹر نامعلوم ہے۔ پتا بھی نامعلوم ہے۔ کام بھی نامعلوم ہے۔"

"تو یوں کہیے۔ وہ سر سے پیر تک نامعلوم ہیں۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"بہت خوب۔ آپ نے بہت خوب صورت بات کہی۔" منیجر نے جلدی سے کہا۔

"ایسی خوب صورت باتیں میں کرتا نہیں۔ خود بخود منہ سے نکلتی چلی جاتی ہیں۔ ویسے۔"

"بھئی ایک منٹ۔" انسپکٹر جمشید نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کر دیا۔ پھر اس کی طرف مڑے:

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

"آپ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں — ہمیں کمرے کا جائزہ لینے میں دیر لگ جائے گی۔" یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ آپ جا سکتے ہیں۔"

"اوہ بہت بہتر —" اس نے کہا اور جانے کے لیے مڑ گیا۔

"پتا نہیں! اس کیس میں کتنے نامعلوم آدمی ہیں — وہ شخص نامعلوم ہے — جو سیٹھ قاسم کو ہلاک کرانا چاہتا ہے — کانگو کا باس بھی نامعلوم ہے — اور ابھی معلوم ہوا ہے — اس ہوٹل کے کمرے میں بھی کوئی نامعلوم آدمی آتا جاتا ہے۔" انھوں نے فکرمند ہو کر کہا — پھر چونکے:

"ایک بات رہ گئی — ہمیں چند منٹ کے لیے بیگم سیٹھ قاسم اور ان کی بیٹی سے بات کرنا ہو گی، پھر ہم سیدھے گھر چلیں گے اور پیغام والے معاملے پر غور کریں گے۔"

"اور یہ معاملہ کیا درمیان میں چھوڑ دیں گے۔"

"نہیں! اکرام اور اس کے ماتحت صبح ہونے سے پہلے پہلے سیٹھ قاسم کا سراغ لگائیں گے — بس ایک بار سیٹھ قاسم کا سراغ مل جائے — پھر مجرم گرفتار سمجھو۔"

"جی بہتر — سمجھ لیتے ہیں — ہمارا کیا جاتا ہے۔"

وہ ایک بار پھر سیٹھ قاسم کی کوٹھی کے نزدیک پہنچ گئے:

"سب لوگ یہیں ٹھہریں — میں ابھی آیا — سب کے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے — دستک کے جواب میں بیگم قاسم نے دروازہ کھولا، ان کے پیچھے ان کا بیٹا بھی چلا آیا تھا —

"خیر تو ہے انسپکٹر صاحب۔"

"بس اتنا معلوم کرنے کے لیے آیا تھا — کہ سیٹھ صاحب آ تو نہیں گئے۔"

"جی نہیں —" وہ بولے۔

"آپ کو میری وجہ سے زحمت ہوئی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں —" وہ مسکرا کر بولیں — سرفراز جانی بھی ساتھ ہی مسکرایا۔

اور وہ شکریہ ادا کر کے واپس پلٹ آئے —

"کیا بات رہ گئی تھی ابّا جان —" محمود نے بے چینی کے عالم میں پوچھا۔

"کوئی بات نہیں رہ گئی تھی — میں نے تو ان سے صرف یہ پوچھا ہے کہ کہیں سیٹھ صاحب آ تو نہیں گئے — انھوں نے بتایا کہ نہیں۔"

"بس — آپ صرف یہ بات معلوم کرنے آئے تھے؟" فرزانہ

نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں! صرف اتنی بات ہوئی ہے۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن ابّا جان — یہ بات تو آپ فون پر بھی پوچھ سکتے تھے۔" فاروق بولا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے — بس ہو گئی غلطی۔"

"یہ آج کل آپ نے غلطیاں کرنا کیوں شروع کر دیا ہے۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یوں سمجھ لو — کہ شوق ہو گیا ہے۔"

اب ان کا رخ گھر کی طرف تھا — لیکن شاید یار لوگوں نے بھی سوچ رکھا تھا — کہ انھیں آرام نہیں کرنے دیں گے۔"

ان کا گھر مکمل طور پہ تاریک تھا — اور یہ بات خطرے کا نشان تھی — اپنے گھر کو مکمل طور پہ تاریک وہ ہرگز نہیں رکھتے تھے — کم از کم زیرو کا بلب تو ضرور جلاتے تھے — مکان کی پیشانی پہ لگا ہوا بلب بھی رات بھر روشن رہتا تھا —

"ہو گئی کوئی گڑبڑ ادھر بھی۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"گڑبڑ کا اور ہمارا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اور میں تو خطرے کی بُو بھی سونگھ رہی ہوں — نہیں ہم اندر نہیں داخل ہوں گے۔" فرزانہ بولی۔

"کیا کہہ رہی ہو — امّی جان کے بارے میں آخر ہم کس طرح معلوم کریں گے — اگر اندر نہیں جائیں گے۔"

"اس کی ترکیب یہ ہے کہ میں اکیلا اندر جاتا ہوں — محمود تم میرے دو منٹ بعد اندر آؤ گے۔"

"جی بہتر —" وہ بولا۔

"اس طرح دو منٹ بعد ہم اندر ہوں گے۔" انھوں نے کہا اور آگے بڑھ گئے — اب ان کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے —

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

ناممکن

دو منٹ بعد محمود آگے بڑھا۔ انسپکٹر جمشید کی طرف سے نہ تو انھیں کوئی اشارہ ملا تھا اور نہ مکان میں روشنی ہی ہوئی تھی۔

"محمود۔ ذرا دھیان سے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے یہ سب ہمیں پھانسنے کے لیے کیا گیا ہے۔"

"اللہ مالک ہے۔" اس نے کہا اور اندر داخل ہو گیا۔

دو منٹ اور گزر گئے۔

"اب میری باری ہے۔"

"نہ جاؤ فاروق۔ ہم کچھ اور طریقہ اختیار کرتے ہیں۔" فرزانہ نے اس کا بازو تھام لیا۔

"تمھارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ ہم پہلے ہی امی جان کے بارے میں فکر مند ہیں۔ اوپر سے ابا جان اور محمود بھی اندر جا کر غائب ہو چکے ہیں۔ کم از کم کوئی بلب تو اندر جلنا چاہیے تھا۔"

"بات تمھاری ٹھیک ہے۔ لیکن ابا جان اور محمود کے چلے جانے کے بعد میں رُک نہیں سکتا۔"

"اچھی بات ہے۔ تو پھر میں بھی دو منٹ بعد اندر آ رہی ہوں۔ اب جو بھی ہو گا۔ دیکھا جائے گا۔"

"شکریہ فرزانہ۔" فاروق نے مسکرا کر کہا اور آگے بڑھ گیا۔ پھر دو منٹ اور گزر گئے۔ فرزانہ نے سوچا۔ اسے اندر نہیں جانا چاہیے۔ لیکن وہ اندر جائے بغیر رہ بھی نہیں سکتی تھی۔ ایسے میں اسے بیگم شیرازی کا خیال آ گیا۔ اب جو اس نے ان کی کوٹھی کی طرف دیکھا۔ تو وہ حیرت زدہ رہ گئی۔ وہاں بھی مکمل تاریکی تھی۔

"یا اللہ رحم۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ اس کے سوا وہ کیا کر سکتی تھی۔

اندر داخل ہوتے ہی اسے ایک بہت زور دار چکر آیا۔ اور پھر اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ ہوش آیا تو اس کا بدن بری طرح دکھ رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بری طرح کوٹا پیٹا گیا ہو۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ سب ساتھی کمرے کے فرش پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے والد پہلے ہی ہوش میں آ چکے تھے۔ اس کو ہوش میں آتے دیکھ کر مسکرا دیے۔

MALIK JI
25-Jul-14

"ہم کہاں ہیں ابا جان!"

"ابھی دیکھ نہیں سکا۔ اٹھا ہی نہیں جا رہا۔"

"شاید کوئی بہت ہی تیز اور خطرناک گیس چھوڑ رکھی تھی ان لوگوں نے۔"

"ہاں! اور اس گیس میں خوبی یہ تھی کہ اس کا کوئی ذائقہ نہیں تھا۔ ہم محسوس ہی نہ کر سکے کہ آکسیجن کے علاوہ کوئی اور چیز جسم میں لے جا رہے ہیں۔ ورنہ کم از کم میں خود کو بے ہوشی سے بچا لیتا۔"

"یہ کمرہ ہمارے گھر کا تو ہو نہیں سکتا۔"

"چلو خیر۔ جس گھر کا بھی ہو۔ ہمیں اس سے کیا۔"

فاروق کی آواز سنائی دی۔

"ارے یہ۔ اس طرف کیا پڑا ہے۔ ہائیں۔ یہ تو کتابیں ہیں۔"

خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

"کتابیں۔" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا اور اس طرف مڑے، پھر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ تو وہی کتابیں ہیں جن کا مطالعہ میں کرنا چاہتا تھا۔"

"اور اس طرف ایک عدد خط بھی موجود ہے۔ آپ کے نام۔" محمود بولا۔

انسپکٹر جمشید نے اٹھنے کی کوشش کی۔ اور آخر کامیاب ہو

ہی گئے۔ انھوں نے محمود کے ہاتھ سے خط لیا اور اس پہ لکھے الفاظ پڑھنے لگے۔

"انسپکٹر جمشید! اب اطمینان سے ان کتابوں کا مطالعہ کرو۔ کوئی تمھیں پریشان نہیں کرے گا۔ یہی وہ کتابیں ہیں نا۔ جن کا تم مطالعہ کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے خود ہی یہاں پہنچا دیں۔ بس ایک کام تم نہ کرنا۔ اور وہ یہ کہ اس عمارت سے فرار ہونے کی کوشش۔ اگر تم یہ کوشش کرو گے تو کتابیں نہیں پڑھ سکو گے اور اگر کتابیں پڑھو گے تو یہاں سے نہیں نکل سکو گے۔ اب تم سوچ لو۔ کیا کام کرنا ہے۔ ایک بات ہم بھی بتائے دیتے ہیں۔ اس قدر شان دار ناکامی کا منہ تم نے شاید ہی کبھی دیکھا ہوگا۔ کیا خیال ہے۔

فقط تمھارا ہمدرد

"نئے سورج روبالٹ کا پجاری"

خط پڑھ کر انھوں نے باقی لوگوں کی طرف بڑھا دیا۔ انھوں نے بھی باری باری پڑھا، پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے:

"اسے پڑھ کر تو بس ایک ہی جملہ ذہن میں آتا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"مجھے تو حیرت ہے۔ تمھارے ذہن میں ایک جملہ بھی کس طرح آ رہا ہے۔" فرزانہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بھئی پہلے سن تو لو۔ اس کا جملہ۔" خان رحمان مسکرائے۔

"ضرور کیوں نہیں۔ سناؤ بھئی جملہ۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں۔ ہو گا کوئی اوٹ پٹانگ جملہ۔"

"کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔ حالات ہی اس قسم کے ہیں۔ ان حالات میں تو اوٹ پٹانگ جملوں کا بھی ذہن میں آنا کمال کی بات ہے۔"

"اب تم جملہ سنا رہے ہو یا نہیں۔" فرزانہ جل گئی۔

"خط رے خط تیری کون سی کل سیدھی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

ان کے چہروں پہ مسکراہٹیں تیر گئیں۔ اب وہ سب اٹھنے کے قابل ہو گئے تھے۔

"پہلے ہم اس عمارت کا جائزہ لیں گے۔" محمود بولا۔

"جب کہ میں ان کتابوں کا مطالعہ شروع کر رہا ہوں۔"

"گویا تم ہمارا ساتھ نہیں دو گے۔" خان رحمان بولے۔

"نہیں! یہ کام تم کرو۔ یعنی۔ میری جگہ تم ان کا ساتھ دو۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ آپ الگ

وہ کر کتابیں پڑھ لیں۔ آؤ بھئی چلیں۔ پہلے عمارت کو اچھی طرح دیکھیں۔"

وہ اپنے اپنے کام میں محو ہو گئے۔ انسپکٹر جمشید کتابوں میں گم ہو گئے۔

دوسری پارٹی نے سب سے پہلے عمارت کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ یہ تین منزلہ عمارت تھی۔ باہر نکلنے کے تمام دروازے بند تھے اور باہر سے بند کیے گئے تھے۔ دروازے اس قدر مضبوط تھے کہ ٹکریں مار کر توڑے نہیں جا سکتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان میں کیلیں لگی ہوئی تھیں۔ ٹکریں مارنے والے خود تو لہو لہان ہو جاتے، ان کا کچھ نہ بگاڑ پاتے، تمام کھڑکیوں میں سلاخیں بھی تھیں۔ یہ پرانے وقتوں کی کوئی عمارت تھی۔ اور شاید کسی زمانے میں آباد علاقے میں تھی۔ لیکن اب اس عمارت کے آس پاس کوئی عمارت نظر نہیں آ رہی تھی، ہاں کھنڈرات ضرور تھے۔ یہ جائزہ انھوں نے کھڑکیوں کی جھریوں کے ذریعے لیا۔ ورنہ وہ چھت پہ جانے کے قابل بھی نہیں تھے، چھت کا دروازہ بھی بند تھا۔ اس جائزے کے بعد انھوں نے تہ خانے کی موجودگی کے یا کسی خفیہ راستے کی موجودگی کے امکانات کا جائزہ لیا۔ دیواروں اور فرشوں کو ٹھونک بجا کر دیکھا گیا۔ لیکن کہیں کسی خفیہ راستے کا پتا نہ چلا۔ آخر سب مکان کے صحن میں سر

MALIK JI
25-Jul-14

جوڑ کر بیٹھ گئے۔

"سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے۔" فرزانہ بولی۔

"جواب یہ ہے کہ باہر نکلنے کی ترکیبوں پہ غور کیا جائے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"کوئی ترکیب ہو تو غور کریں گے نا۔" فاروق مسکرایا۔

"فرزانہ کے ہوتے ترکیبوں کی کیا کمی ہے۔"

"ایسا لگتا ہے — جیسے میرا ترکیبوں کا سٹاک ختم ہو گیا ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اس جگہ تو کم از کم یہ نہ کہو۔" فاروق گھبرا گیا۔

"اب یہ کہنے کے لیے میں اور کون سی جگہ تلاش کروں۔" فرزانہ تلملا کر اس کی طرف مڑی۔

"ایسی جگہ تلاش کرنے سے یہ بہتر ہے کہ باہر نکلنے کا راستا تلاش کر لیا جائے۔"

"اگر ہم کسی طرح چھت پہ پہنچ سکتے — تو شاید کوئی ترکیب کر لیتے۔" خان رحمان نے سرد آہ بھری۔

"یوں کام نہیں چلے گا — ہمیں یہاں کچھ سوچ سمجھ کر بند کیا گیا ہے — یہ بات وہ بھی جانتے تھے کہ ہم ایسی جگہوں سے نکل جانے کے ماہر ہیں اور اسی لیے میں نے اپنے جوتے کی ایڑی کی طرف توجہ نہیں دی۔"

"ہاں ٹھیک ہے — ایڑی کے خانے کو دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے — انھوں نے بے ہوشی کے دوران چاقو نکال لیا ہو گا — ویسے محمود اب تم اپنے اس غریب چاقو کے رکھنے کی کوئی اور جگہ بتاؤ۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"تم نے — تم نے میرے چاقو کو غریب کہا۔" محمود بھنا کر اٹھا۔

دراصل یہ بے چارہ عجیب و غریب کہنا چاہتا تھا۔" خان رحمان بولے۔

"جی نہیں — یہ حضرت بھولے نہیں — نہ بھولے ہیں — بلکہ انھوں نے جان بوجھ کر چاقو کو غریب کہا ہے۔"

"آخر کیوں —" وہ ایک ساتھ بولے۔

"وہ چاقو غریب نہیں تو کیا ہے — جب اس کی ضرورت پڑتی ہے — وہ دشمن کے قبضے میں ہوتا ہے۔"

"ہوں — بات معقول ہے۔" خان رحمان مسکرائے۔

"لیکن انکل — معقول باتیں ہمیں اس عمارت سے باہر نہیں لے جا سکتیں۔" فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"تب پھر تم ہی بتاؤ — کیا کیا جائے۔"

"جہاں تک میرا خیال ہے — اس عمارت میں کوئی خفیہ راستا سرے سے نہیں ہے — لہذا ہمیں نکلنا پڑے گا ان دروازوں

MALIK JI
25-Jul-14

سے ہی ۔"

"اور ہمارے کندھے فولادی بھی نہیں ۔" فرزانہ بولی۔

"ختم کرو ۔ ترکیب فرزانہ تم ہی بتاؤ گی ۔" خان رحمان نے جھنجھلا کر کہا۔

"تو پھر مجھے سوچ کے سمندر میں اترنے کی مہلت دیں ۔"

"ہاں ٹھیک ہے ۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"لیکن بھئی ۔ اس قدر گہرائی میں نہ اتر جانا کہ واپسی ناممکن ہو جائے، اور ہم تمہیں تلاش بھی نہ کر سکیں ۔" فاروق گھبرا کر بولا۔

وہ مسکرا دیے ۔ فرزانہ سوچ میں ڈوب گئی ۔ آخر اس نے سر اٹھایا ۔ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے ۔

"آپ میں سے کسی کو کوئی ترکیب سوجھی ہے ۔"

"نہیں ۔ ہم نے تو غور کیا ہی نہیں ۔"

"خیر ۔ میں غور کر چکی ہوں ۔ ہم نے ہر کمرے میں روشن دان دیکھے ہیں ۔ جن کمروں کے روشن دان باہر کی طرف کھلتے ہیں ۔ ہم ان روشن دانوں کو دیکھ سکتے ہیں ۔"

"کیسے دیکھ سکتے ہیں ۔ عینکیں تو ساتھ لائے نہیں ۔" فاروق بولا۔

"ان میں ایک ایک سلاخ درمیان میں لگی ہے ۔ اب اگر ہم ان میں سے کسی ایک روشن دان کی سلاخ کو کاٹ دیں، تو پھر کام بہت آسان ہے ۔"

"آگے کہو ۔ سلاخ کو آخر کس طرح کاٹیں ۔ چاقو تو ہمارے پاس ہے نہیں ۔" محمود نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ ضروری نہیں کہ سلاخ کو کاٹا ہی جائے ۔ توڑا بھی جا سکتا ہے ۔"

"کس چیز سے ؟" خان رحمان بولے۔

"باری باری اپنے ہاتھوں کی طاقت آزمائی جائے ۔"

"اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا ۔ اس لیے کہ سلاخیں بہت موٹی ہیں ۔"

"کوشش کر دیکھنے میں کیا حرج ہے ۔ میٹھے باتیں بھی تو بنا ہی رہے ہیں ۔" فرزانہ جل گئی۔

"اچھی بات ہے ۔ کہتی ہو تو ہم یہ کام شروع کر دیتے ہیں ۔"

انسانی سیڑھی کے ذریعے فاروق کے ہاتھ روشن دان کی سلاخ تک پہنچ گئے ۔ اس نے اسی حالت میں سلاخ کو پکڑ لیا اور لگانے لگا زور ۔ لیکن وہ بھلا کہاں ٹس سے مس ہونے والی تھی ۔ آخر تھک ہار کر اس نے کہا:

نہیں بھئی ۔ میں تو اسے ہلا بھی نہیں سکتا ۔ اب تم کوشش کرو محمود ۔"

انھوں نے باری باری زور لگایا اور ناکامی کا منہ دیکھا ۔ مکان

MALIK JI
25-Jul-14

یہ کل سامان تھا جو انھیں ملا۔

"کیا ان چیزوں کی مدد سے ہم باہر نکل سکتے ہیں؟" فاروق بڑبڑایا۔

"ہاں! میرا خیال ہے، ہم نکل سکیں گے۔ ہمیں قید کرنے والوں کا زمین اس طرف نہیں گیا۔" فرزانہ نے پُر امید ہو کر کہا۔

"لیکن فرزانہ کیسے؟" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"عمارت کے دروازے لکڑی کے ہیں۔ لوہے کے نہیں۔ اور ان میں سے ایک کو ہم آگ ضرور لگا سکتے ہیں۔ ایک بار اس کے جلنے کی دیر ہے۔ پھر ہمارے لیے راستہ صاف ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔ چہرے چمکنے لگے۔

"تب پھر بیرونی دروازہ ہی ٹھیک رہے گا۔"

"ہاں! میں نے بھی یہی سوچا ہے۔"

اب انھوں نے چارپائیوں کے مزید ٹکڑے کیے۔ اس کام کے لیے وہ کند چھری بھی کام دے گئی۔ کاغذات کے ڈھیر پر لکڑی اور بان کو ڈھیر کر دیا گیا۔ اور پھر اللہ کا نام لے کر دیا سلائی دکھا دی گئی۔ کاغذات نے فوراً آگ پکڑ لی۔ بان بھی جلنے لگا۔ اور آخر چارپائیوں کی لکڑیاں دھڑا دھڑ جلنے لگیں۔ یہ آگ بیرونی دروازے کے ساتھ جل رہی تھی۔ چند اخبارات انھوں نے بچا لیے تھے۔ ان کی مدد سے

میں کوئی ایسی چیز بھی نظر نہیں آتی تھی جس کو سلاخ پر مارا جاتا۔

"ایک کام ہم نے نہیں کیا۔" ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"وہ بھی بتا دو۔ اللہ نے چاہا تو کر گزریں گے۔" خان رحمان بولے۔

"اس عمارت میں موجود تمام چیزوں کو ایک جگہ جمع کرنا چاہیے تھا۔ تاکہ ہم جان سکیں کہ ان چیزوں سے ہم کوئی کام لے سکتے ہیں یا نہیں۔"

"یہ کیا مشکل ہے۔ ہم ابھی چیزیں جمع کر دیتے ہیں۔"

اب چیزیں جمع کرنے کی مہم شروع کی گئی۔ ہر کمرے سے انھیں جو کچھ بھی ملا۔ لا کر صحن میں ڈھیر کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں انھیں انسپکٹر جمشید والے کمرے میں بھی جانا پڑا۔ لیکن انھوں نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ وہ کتابوں میں پوری طرح گم تھے۔

جب تمام چیزیں جمع ہو گئیں تو انھوں نے اس ڈھیر کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ان میں چھوٹی موٹی اور بے کار قسم کی چیزیں تھیں، ایک پرانی ماچس۔ جس میں چند دیا سلائیاں تھیں۔ بہت سے پرانے اخبارات۔ بجلی کی تار کے چند چھوٹے چھوٹے ٹکڑے۔ ایک چھوٹی سی چھری۔ جو کند دھار کی تھی۔ دو ٹوٹی ہوئی چارپائیاں۔

MALIK JI
25-Jul-14

وہ آگ کو ہوا دے رہے تھے اور آگ کا رخ دروازے کی طرف رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اچانک انھوں نے دیکھا۔ دروازے نے بھی آگ پکڑ لی تھی۔

"وہ مارا۔ اب کام بن گیا۔"

"آخر یہ بے کار چیزیں ہمارے لیے کار آمد بن گئیں۔" محمود مسکرایا۔

تپش نے انھیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ آگ جلنے کا یہ عمل ایک گھنٹا تک جاری رہا۔ آخر دروازے کی جگہ خلا نظر آنے لگا۔ لیکن نیچے ابھی انگارے دہک رہے تھے۔ اور آگ کو سرد کرنے کے لیے ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ لہذا انھیں آگ کے بجھنے کا بھی انتظار کرنا تھا۔ پھر بھی یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ اور اس کامیابی کے بارے میں ابھی تک انسپکٹر جمشید کو کوئی علم نہیں تھا:

"میرا خیال ہے۔ اب ابا جان کو بھی خوش خبری سنا دی جائے۔"

"ہاں! ٹھیک ہے۔"

وہ اس کمرے میں داخل ہوئے۔ انسپکٹر جمشید ابھی تک کتابوں میں گم تھے، تاہم قدموں کی آواز سن کر انھوں نے نظریں اٹھائیں اور چونک کر بولے:

"اس کا مطلب ہے۔ تم لوگ کامیاب ہو گئے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔ لیکن ابھی ہمیں کچھ انتظار کرنا ہوگا۔ آگ سرد ہونے میں دیر لگے گی۔"

"آگ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"تو آپ کو آگ کی چڑچڑ کی آوازیں بھی نہیں سنائی دیں۔"

"نہیں۔ شاید اس لیے کہ بیرونی دروازہ کافی دور ہے۔ اور پھر میں کتابوں میں بھی مگن تھا۔ خیر ہم انتظار کریں گے۔ اتنے میں میں بھی اپنا کام مکمل کر لوں گا۔"

دو گھنٹے کے بعد انسپکٹر جمشید نے اپنا کام ختم کر لیا۔ اس وقت تک انگارے بھی کافی حد تک راکھ میں تبدیل ہو چکے تھے۔ انسپکٹر جمشید نے ان پر ایک نظر ڈالی اور پھر عجیب سے لہجے میں بولے:

"ہمارا پڑوسی ملک۔ بازنطین مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن ان کی کتابوں سے جو باتیں سامنے آئی ہیں۔ وہ قرآن اور حدیث سے کوئی مطابقت نہیں رکھتیں۔ بلکہ قرآن اور حدیث سے ٹکراتی نظر آتی ہیں۔ ان کے مذہب کی بنیاد عجیب و غریب ہے۔ میں حیران ہوں کہ اس بنیاد کے باوجود وہ خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ ہمارے لیے مصیبت یہ ہے کہ اس مذہب کے لوگ ہمارے ملک میں بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ اور دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی ہیں۔ پہلے

MALIK JI
25-Jul-14

میں تم لوگوں کو اپنی مذہبی بنیاد بتا دوں — مسلمان ایک اللہ کو مانتے ہیں، صرف اسی کو کارساز مانتے ہیں — بگڑی بنانے والا اسی کو تسلیم کرتے ہیں — عبادت کے لائق بھی فقط اسی کو مانتے ہیں — اللہ نے اپنے پیغمبر دنیا میں بھیجے — اللہ کے بعد درجہ پیغمبروں کا ہے — ان تمام پیغمبروں پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں، اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ تمام انبیاء میں افضل حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں — گویا اللہ کے بعد سب سے افضل ہمارے نبی ہیں — اور ان پر اترنے والی کتاب قرآنِ کریم آخری آسمانی کتاب ہے جو کامل ترین کتاب ہے — ان کے بعد کل کائنات میں افضل درجہ باقی نبیوں کا — باقی نبیوں کے بعد درجہ ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا — پھر دوسرے بزرگوں کا — یہ ایک ترتیب ہے جس کو تمام مسلمان مانتے ہیں — لیکن اس مذہب کے لوگوں کی ترتیب اور ہے — اب ان کی ترتیب سُن لو — یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تو مانتے ہیں — لیکن ان کے کام کو کامل نہیں مانتے — ان کی نبوت کو کامل نہیں مانتے — آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کامل ہونے کا ان کا ایک عجیب و غریب نظریہ ہے — اب وہ نظریہ سن لو — یہ ہمارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بڑے صحابی کو باقی تمام نبیوں سے زیادہ افضل مانتے ہیں — پھر ان کی اولاد

میں ہونے والے بزرگوں کو افضل مانتے ہیں — قرآن کریم میں واضح ارشاد ہوتا ہے کہ مجھ سے مانگا کرو — میں تمھاری دعا اور پکار کو سنتا ہوں — لیکن ان کا اصرار ہے کہ نہیں — ہمارے مددگار ہمارے بزرگ ہیں — ان کا خیال ہے — بلکہ عقیدہ ہے جو ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابھی ان کا ایک اور بزرگ آئے گا جو ساری دنیا کا حکمران ہو گا — یہ لوگ اس بزرگ کے لیے راستا ہموار کر رہے ہیں — یہ ہے بنیاد ان کے مذہب کی — جب کہ ہمارے قرآن اور حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی — ان کتابوں میں اور بھی بے شمار بے بنیاد باتیں ہیں — جن کے دہرانے کا وقت نہیں — یہ ایسی بے بنیاد اور ہوائی باتیں ہیں جن کا قرآن اور حدیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں — یہ لوگ قرآن کو نامکمل کتاب کہتے ہیں — کیوں کہ اگر قرآن کو کامل کتاب مان لیں گے تو پھر ان سے سوال ہو گا کہ قرآن سے اپنا عقیدہ ثابت کرو — قرآن کو کامل ماننے والوں کو حدیث کو بھی ماننا پڑتا ہے — لہٰذا ان سے کہا جائے گا کہ حدیث سے بھی اپنا مذہب ثابت کرو — لہٰذا نہ یہ قرآن کو کامل مانتے ہیں اور نہ حدیث کو مانتے ہیں — بس اپنی ان بے بنیاد کتابوں کو مانتے ہیں — اب آخری پہلو پر غور کرو — وہ بزرگ آئے گا اور پوری دنیا پر حکمران ہو گا — گویا حکومت اس وقت ان لوگوں کی ہو گی — نیا سورج اسی بزرگ کو کہا گیا ہے — لیکن

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

اس میں غور طلب بات اور ہے — ہمارے پڑوسی ملک کا موجودہ سربراہ — اپنے آپ کو اس بزرگ کا نائب کہتا ہے — گویا اس بزرگ کی آمد سے پہلے پہلے دنیا پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے — اس نے ایک پراسرار پیغام کا شوشہ چھوڑا — کہ نیا سورج طلوع ہونے والا ہے — یعنی وہ بزرگ آنے والا ہے — اس کے نائب کا ساتھ دو — پوری دنیا میں اس کے نائب کی حکومت کی کوشش کرو — یہی تمہاری مذہبی ذمے داری ہے — اور یہ کہ نئے سورج کا نام روبالٹ ہے — روبالٹ جو دنیا کا نجات دہندہ ثابت ہو گا — وہ ایک بھرپور کردار ادا کرے گا — اس کی مدد کے لیے تیار ہو جاؤ — آگے چل کر وہ اعلان کر دے گا کہ اس کی مدد سے پہلے اس کے نائب کی مدد تم پر فرض ہے — اور اس طرح اسے پیغام کے ذریعے وہ پوری دنیا کا ہیرو بننے کے چکر میں ہے — یہ ایک ایسی سازش ہے جس کی مدت بہت طویل ہے — کیوں کہ بزرگ کی آمد کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا گیا — اگر وقت مقرر کر دیا جاتا تو سچ اور جھوٹ کا فوراً نظارہ ہو جاتا — لیکن چالاک ذہن ایسے رخنے چھوڑ دیتے ہیں — اللہ اپنا رحم فرمائے — مطلب یہ کہ یہ پیغام اب ایک ایک فرد تک پہنچایا جا رہا ہے — پوری دنیا میں انقلاب لانے کی تیاری ہو رہی ہے — جب کہ اس انقلاب کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہو گا — انقلاب کا نعرہ بھی ایک

چال ہے — تاکہ مسلمان ممالک بھی اس انقلاب کا ساتھ دیں — اور اس شخص کو اپنا سربراہ مان لیں — جب ان لوگوں نے دیکھا کہ ہم پیغام کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں — تو انھوں نے فوراً ہمیں الجھانے کا پروگرام بنا لیا اور سیٹھ قاسم کانگڑی والا کو قتل کی دھمکی دے دی — بلکہ حملے بھی شروع کر دیے — یہ لوگ جانتے ہیں کہ سیٹھ قاسم والا فوراً ہمیں بلائے گا اور ہمیں جانا بھی پڑے گا — لہذا توجہ دو طرف بٹ جائے گی — اس طرح یہ لوگ ہمیں پراسرار پیغام کی طرف سے بالکل ہٹانے کا ارادہ رکھتے تھے — لیکن ایسا نہ ہو سکا — ہم بھی دو حصوں میں بٹ گئے اور پیغام کے پیچھے بھی لگ گئے — تنگ آ کر انھوں نے سیٹھ قاسم کو اغوا کر لیا — تاکہ اس معاملے میں اور تردد پیدا ہو جائے، اور آخری قدم یہ اٹھایا کہ ہمیں بھی یہاں لا کر قید کر دیا — اب ان کا پروگرام یہ ہے کہ ہم یہاں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں اور وہ لوگ اطمینان سے اپنا کام جاری رکھیں —" یہاں تک کہ کر وہ خاموش ہو گئے — کمرے میں موت کا سناٹا طاری ہو گیا —

"بہت گہری سازش ہے اسلام کے خلاف —" خان رحمان بولے.

"ہاں! تم نے بالکل درست نتیجہ نکالا — اس طرح اسلام کی اصل حالت باقی نہیں رہ سکے گی — اور یہودی سازش کامیاب

MALIK JI
25-Jul-14

ہو جائے گی۔ لیکن نہیں۔ اللہ نے چاہا تو ایسا نہیں ہو سکے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا اب ہم دروازے کا جائزہ لے لیں۔ گزر سکتے ہیں یا نہیں۔"

"ہاں آؤ۔ دیکھتے ہیں۔"

وہ دروازے کے پاس آئے۔ آگ سرد ہو چکی تھی۔ دروازہ عبور کر کے جب وہ عمارت سے باہر نکلے تو ان کی سٹی گم ہو گئی۔ ایک ہولناک حقیقت ان کے سامنے تھی۔

داؤ پر لگا دیں

ان کے سامنے ہی ایک بہت گہری اور چوڑی خندق تھی اور یہ خندق اس عمارت کے چاروں طرف بنائی گئی تھی۔ گویا دروازے اور کھڑکیاں توڑ کر یا جلا کر بھی وہ اس عمارت کی قید سے رہائی نہیں پا سکتے تھے۔ کھائی اس قدر چوڑی تھی کہ انسپکٹر جمشید بھی اسے پار نہیں کر سکتے تھے۔ کھائی کے دوسری طرف ایک لمبا تختہ کھڑا تھا۔ وہ تختہ اگر کھائی پر بچھا دیا جاتا تو اس کو عبور کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اس تختے کو بچھانے کے لیے کھائی کے دوسری طرف موجود ہونا ضروری تھا۔

"عمارت کا دروازہ جل گیا پر بل نہ گیا۔" فاروق بڑبڑایا۔

"نیا محاورہ ایجاد ہوا ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ان حالات میں اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"پہلے کھائی کو چاروں طرف سے دیکھ لیں — شاید اس میں اترنے کی کوئی جگہ نظر آ جائے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

انھوں نے عمارت کے گرد ایک چکر لگایا — نظریں کھائی پر جمی رہیں — اس کی دیواریں بالکل عمودی تھیں — نہ تو کہیں سے ڈھلوان تھیں — نہ کوئی ایسی چیز نظر آ سکی، جس کے ذریعہ کھائی میں اترا جا سکتا — اور پھر مسئلہ صرف اترنے کا نہیں تھا — اس میں سے دوسری طرف نکلنے کا بھی تھا۔

"اسے کہتے ہیں — آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔" فاروق پھر بولا۔

"کہتے ہوں گے — تمھیں محاورے سوجھے ہیں اور ہم بیزار بیٹھے ہیں۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"بھئی واہ — تم بھی فاروق سے پیچھے نہیں رہے۔" خان رحمان ہنسے۔

"ہمیں بھوکے پیاسے مارنے کا یہ ایک مکمل پروگرام ہے — کیا خیال ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"خیال ٹھیک ہے۔" خان رحمان نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہیں انکل — یہ خیال ٹھیک ہے — یہ تو خوف ناک ترین خیال ہے۔" فاروق بولا۔

"بھئی — موت تو ایک دن آ کر رہے گی — پھر اس کا

استقبال خوش دلی سے کیوں نہ کیا جائے۔"

"ہمارے پاس جو کچھ تھا — یعنی عمارت سے جو کچھ ملا تھا — وہ ہم دروازہ جلانے کے لیے پہلے ہی ختم کر چکے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن اب ہم عمارت سے باہر ہیں — اور —" فرزانہ کہتے کہتے رُک گئی۔

"مشکل ہے فرزانہ —" فاروق چہکا۔

"کیا مشکل ہے۔"

"ان حالات میں تمھارا تیز ترین ذہن بھی کوئی ترکیب نہیں سوچ سکتا۔"

"ادے میاں جاؤ۔" فرزانہ نے اس طرح ہاتھ ہلایا جیسے مکھی اڑائی ہو۔"

"یہی تو مشکل ہے — ان حالات میں ہم کہیں جا بھی تو نہیں سکتے۔"

"بھئی کیا ان حالات، ان حالات کی رٹ لگا رکھی ہے۔" انسپکٹر جمشید کا منہ بن گیا۔

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ اب ہم عمارت سے باہر ہیں — اور چھت پر جانے کے امکانات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے — ہم نے چھت کو اب تک نہیں دیکھا — کیا خبر — چھت پر ہمارے

MALIK JI
25-Jul-14

لیے کچھ ہو۔"

"یہ بات بہت معقول ہے۔ آؤ۔"

انھوں نے ایک بار پھر عمارت کا چکر لگایا۔ ایک طرف ایک درخت موجود تھا۔ بہت بوڑھا درخت۔ اس کی جٹائیں تک لٹک رہی تھیں۔ درخت اگرچہ چھت سے فاصلے پر تھا۔ لیکن اس پر چڑھ کر کم از کم یہ دیکھا جا سکتا تھا کہ چھت پر کچھ ہے یا نہیں۔

"شاباش فاروق۔" محمود بولا۔

"ہاں ہاں! مجھے پتا ہے۔" اس نے منہ بنا کر کہا، اور درخت پر چڑھ گیا۔ لیکن پھر مایوسانہ انداز میں نیچے اترنے لگا۔ اچانک اس کا پاؤں پھسلا۔ وہ لگا گرنے۔ ایسے میں اس کے ہاتھ میں چند جٹائیں آ گئیں۔ وہ ان کو پکڑ کر لٹک گیا۔ اور پھر نیچے کا فاصلہ دیکھ کر اس نے چھلانگ لگا دی۔

"چھت پر کچھ نہیں ہے۔"

"نہ ہو۔ ہمیں اس کی پروا بھی نہیں ہے۔ ہمارا کام بن گیا۔" انسپکٹر جمشید پر جوش انداز میں بولے۔

"آپ کا مطلب ہے۔ یہ جٹائیں۔"

"ہاں! ہم رسی کی طرح ان کو بٹ کر کھائی میں اتر سکتے

ہیں۔"

"لیکن دوسری طرف اوپر کیسے پہنچیں گے۔"

"یہ بعد کی بات ہے۔ موت کا سامنا تو ویسے بھی ہے۔ تو کیوں نہ زندگی کے لیے جد و جہد کرتے ہوئے جان دی جائے۔"

کہہ کر انسپکٹر جمشید نے جٹاؤں کو توڑنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ بہت مضبوط تھیں۔ ٹوٹ نہ سکیں۔

"وہ کند چھری ایک بار پھر ہمارے کام آئے گی۔ بس ذرا اس کو تیز کرنا پڑے گا۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

محمود دوڑ کر گیا اور چھری لے آیا۔ اسے کھائی کے کنارے دھنسے ایک پتھر پر تیز کیا گیا۔ اور پھر اس کی مدد سے جٹاؤں کو کاٹا جانے لگا۔

"اب تم کاٹو۔ میں اور خان رحمان رسی بناتے ہیں ان کی۔"

انھوں نے پرجوش انداز میں یہ کام شروع کیا:

"شکر ہے۔ ہمارے ساتھ اس وقت پروفیسر انکل نہیں ہیں۔ ورنہ ان کی بھوک مسئلہ بن جاتی ہے۔"

فاروق کے جملے نے انھیں احساس دلایا۔ وہ بُری طرح بھوکے ہیں۔ لیکن یہاں بھوک کا کیا علاج ہو سکتا تھا۔ لہٰذا سروں کو جھٹک کر وہ کام میں مصروف رہے۔

MALIK JI
25-Jul-14

"ابا جان — ترکیب ذہن میں آ گئی۔" فرزانہ اچانک بولی — لیکن انداز میں جوش نہیں تھا —

"کیا مطلب — کیسی ترکیب۔"

"کھائی کے دوسری طرف جانے کی ترکیب۔"

"اوہ — فرزانہ اور — لیکن نہیں — میں یہ ترکیب اختیار نہیں کر سکتا۔" انسپکٹر جمشید اچھل پڑے۔

"کیا کہہ رہے ہو جمشید — فرزانہ نے ابھی ترکیب کہاں بتائی ہے۔" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"لیکن میں اس کی ترکیب سمجھ گیا ہوں — وہ بہت ہول ناک ترکیب ہے۔"

"ہائیں فرزانہ — اب تم نے ہول ناک ترکیبیں سوچنا شروع کر دیں۔"

"اس کا قصور نہیں — اس وقت اس کے علاوہ شاید کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"اور میں سب سے ہلکی ہوں۔"

"نہیں نہیں —" انسپکٹر جمشید چلّائے۔

"آخر وہ ترکیب کیا ہے۔" خان رحمان بولے۔

"فرزانہ کا خیال ہے — جٹاؤں سے بننے والی رسی کے سرے پر اسے باندھ دیا جائے — اور میں جھولا دے کر

اسے دوسری طرف پھینک دوں — اس طرح یہ کھائی کے دوسرے کنارے پر جا کر گرے گی۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"لیکن ذرا سوچو — یہ کس قدر خوف ناک ترکیب ہے — فرزانہ کی موت کے نوّے فی صد امکانات ہیں اور دوسری طرف گرنے کے امکانات صرف دس فی صد ہیں — کیوں کہ میں نہیں جانتا — اسے اس قدر فاصلے تک اچھال سکوں گا یا نہیں۔"

وہ سوچ میں ڈوب گئے —

"اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی ترکیب نہیں ہے — اب یا تو آپ مجھے داؤ پہ لگا دیں — یا پھر سب سسک سسک کر مر جائیں — ترکیب پہ عمل کرنے کی صورت میں ہو سکتا ہے، ہم سب دوسری طرف پہنچ جائیں — ورنہ موت تو ہے ہی — لہٰذا میں تو یہی کہوں گی — بسم اللہ کیجیے — اللہ کو یاد کیجیے — مجھے اسے میں باندھ کر اس طرف اچھال دیجیے۔"

"جمشید — فرزانہ ٹھیک کہہ رہی ہے — ہمیں یہ قربانی دینا ہی ہو گی۔"

"بالکل۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"تب پھر — فرزانہ کو نہیں — مجھے رسے سے باندھیے۔" فاروق نے جذباتی انداز میں کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"نہیں — تم میری نسبت وزنی ہو —" فرزانہ نے انکار میں سر ہلایا۔

"ہاں! فاروق — تم بھی نہیں — اور محمود بھی نہیں — اگر اس ترکیب پر عمل کرنا ہے — تو پھر فرزانہ ہی مناسب رہے گی۔"

"رسی کافی لمبی ہو چکی ہے — آپ ترکیب پر عمل کریں۔"

"ہم — میں — تمھاری والدہ کو کیا جواب دوں گا فرزانہ۔"

"ترکیب پر عمل نہ کیا گیا تو آپ کچھ بتانے کے قابل کب رہیں گے۔"

آخر وہ مجبور ہو گئے — فرزانہ کی کمر کے گرد رسے کو باندھا گیا — اسے اٹھا کر وزن دیکھا گیا — رسی کی مضبوطی کو وہ پہلے ہی آزما چکے تھے۔

"فرزانہ! مجھے آج — اس وقت — وہ لمحات یاد آ رہے ہیں — جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر اللہ کے حکم سے قربان کرنے جا رہے تھے — میرے جذبات بھی آج اس قسم کے ہیں — فرزانہ — میں تمھیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں — اور رسی اچھالتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے فرزانہ کو ہلکورے دینا شروع کیے — محمود، فاروق اور خان رحمان اللہ اللہ کرنے لگے — ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے — انسپکٹر جمشید کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں — لیکن ان حالات میں فرزانہ کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی — انھیں یوں لگا — جیسے یہ مسکراہٹ کسی فرشتے کے چہرے پر ہو — اور پھر یا اللہ مدد کا نعرہ لگاتے ہوئے — انھوں نے فرزانہ کو کھائی کے دوسرے کنارے کی طرف اچھال دیا — اس کا آخری سرا محمود، فاروق اور خان رحمان مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے —

ادھر انسپکٹر جمشید نے فرزانہ کو اچھالا — ادھر انھوں نے آنکھیں بند کر لیں — شاید ان میں کوئی خوف ناک منظر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی —

وہ چاروں آنکھیں بند کیے کھڑے ہی رہے — اور جب رسی کو جھٹکا نہ لگا اور فرزانہ کی آواز کانوں سے ٹکرائی تو انھوں نے یک دم آنکھیں کھول دیں —

"میں یہاں خیریت سے ہوں ابا جان —" فرزانہ نے کہا تھا۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔" ان کے منہ سے نکلا۔

فرزانہ دوڑ کر لکڑی کے اس تختے کی طرف گئی — وہ زنجیر سے باندھ کر کھڑا کیا گیا تھا — زنجیر ایک ہُک میں پھنسی تھی، فرزانہ نے زنجیر جونہی ہُک سے نکالی — تختہ آواز کے ساتھ کھائی

MALIKJI 25-Jul-14

پر آ گرا — اور ان کے لیے ایک چوڑا راستا بن گیا۔

"ایک ایک کر کے دوسری طرف جائیں گے — ہو سکتا ہے۔ تختہ چاروں کا وزن نہ اٹھا سکے۔" انسپکٹر جمشید نے ہدایت دی۔

پانچ منٹ بعد وہ دوسری طرف کھڑے تھے۔ فرزانہ رسی کمر کے گرد سے کھول چکی تھی — انسپکٹر جمشید نے اسے گلے سے لگا لیا — اب وہ یہاں سے چلے — وہ نہیں جانتے تھے۔ انھیں کس طرف جانا ہے — ان کا شہر کس طرف ہے — لیکن چلنے کے سوا کیا کر سکتے تھے — بس چلتے رہے — چلتے رہے۔ یہاں تک کہ پورا ایک دن گزر گیا — وہ تھک کر چُور ہو گئے — اور بے دم ہو کر گرنے لگے — ایسے میں انھیں چند کھیتوں کی جھلک دکھائی دی —

"ابھی نہ گرنا ساتھیو — گرنا ہی ہے تو ان کھیتوں کے پاس —" انسپکٹر جمشید گنگنائے۔

کھیتوں کے نزدیک پہنچ کر وہ واقعی گر گئے — اور بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو چند دیہاتی مرد، عورتیں اور بچے ان پر جھکے ہوئے تھے — ان سے معلوم ہوا کہ وہ پورا ایک دن بے ہوش رہے ہیں اور یہ کہ شہر یہاں سے سو کلومیٹر دور ہے — اور سواری بھی صرف بیل گاڑی مل سکتی ہے — مرتے کیا نہ کرتے — کھانے پینے کا سامان لیا — بیل گاڑی میں بیٹھ

گئے — دیہاتیوں کو انھوں نے بہت سے کرنسی نوٹ دیے — وہ خوش ہو گئے —

تین دن بعد وہ شہر پہنچے — بیگم جمشید اور پروفیسر داؤد نے حیرت بھرے انداز میں ان کا استقبال کیا۔

"سارے شہر میں یہ خیال ظاہر کیا جا رہا ہے — کہ تم لوگ زندہ نہیں ہو — دشمنوں نے مار کر کہیں پھینک دیا ہے۔"

"بات تھی بھی کچھ ایسی ہی — وہ تو بس اللہ کو ابھی ہماری زندگی منظور تھی — شہر کے کیا حالات ہیں۔"

"اس پراسرار پیغام نے بُری طرح ہل چل مچا دی ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"کروڑوں کی تعداد میں چھپوا کر پورے ملک میں پھیلا دیے گئے ہیں اور سنا گیا ہے کہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں بھی یہی کچھ کیا گیا ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"بازنطین کے ہم مذہب لوگ اب سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔ انھوں نے نعرے بازی کی انتہا کر رکھی ہے — اسلحہ ان کے پاس بے تحاشا ہے — ان کا بس ایک ہی نعرہ ہے۔ بازنطین کے مذہبی رہنما کو ساری دنیا کا حکمران تسلیم کر لیا جائے اور اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوا جائے — جو وہ کہے —

MALIK JI
25-Jul-14

صرف وہ کیا جائے — اسی میں اسلام کی فتح ہے — پوری دنیا پر اسلام کا سکہ بس اسی طرح بٹھایا جا سکتا ہے۔"

"ہوں!" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہمارے اکثر مسلمان ان کی آواز میں آواز ملانے لگ گئے ہیں — صرف اس لیے کہ یہ لوگ اسلام کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔"

"حکومت نے تو کوئی اعلان نہیں کیا۔" انھوں نے پوچھا۔

"حکومت کو اعلانات کرنا پڑے ہیں — اور وہ بیانات یہی ہیں کہ ہم بازنطین کے ساتھ ہیں — ان کے ساتھ شانہ بشانہ لڑیں گے — جو مذہبی رہنما حکم دیں گے — بجا لائیں گے۔"

"یا اللہ رحم — یہ اعلان کیا ہے ہماری حکومت نے — ہمارے صدر نے —" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! نہ صرف ہمارے ملک کے صدر نے — بلکہ دوسرے اسلامی ملکوں کے صدر بھی یہی اعلانات کر چکے ہیں — سب کا کہنا یہی ہے کہ — وہ بھی اسلام کا غلبہ چاہتے ہیں۔"

"لیکن پروفیسر صاحب — یہ غلبہ اسلام کا نہیں ہو گا — ان کے مذہب کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے — اور یہ وہ غلبہ حاصل کرنے کے بعد دنیا کو بتائیں گے — اللہ نہ کرے کہ وہ وقت آئے —" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا کہہ رہے ہو جمشید —" پروفیسر دھک سے رہ گئے۔

"میں آپ کو بتاتا ہوں۔"

انھوں نے کتابوں کے مطابق تفصیل سنانا شروع کر دی — پھر وہ انھیں لے کر صدر مملکت کے ہاں پہنچے — صدر صاحب انھیں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے —

"تم لوگ زندہ ہو — بھئی کمال ہے۔"

"جی ہاں! ہے تو یہ کمال ہی — لیکن اللہ تعالیٰ کا — ہمارا نہیں — اس کے بنائے ہوئے ایک درخت کے ذریعے ہم پھر اپنے شہر تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں — تفصیلات تو پھر کسی وقت سناؤں گا — لیکن یہ ہم نے کیا سنا ہے — آپ بازنطین کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

"ہاں بھئی — اس سے اچھی بات کیا ہو گی — کہ پوری دنیا میں اسلام کا غلبہ ہو جائے — دوسرے اسلامی ملکوں کے سربراہوں نے بھی ایسے ہی اعلانات کیے ہیں۔"

"لیکن سر — یہ غلبہ — اسلام کا غلبہ نہیں ہو گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب — یہ تم نے کیا کہا —" صدر صاحب حیران رہ گئے۔

"یہ چند کتابیں ہیں — میں نے ان میں خاص جگہوں پر نشانات

MALIK JI
25-Jul-14

لگائے ہیں ۔ انھیں غور سے پڑھیے ۔ آپ سب کچھ جان لیں گے ۔ اس کے بعد آپ کا پہلا کام یہ ہو گا کہ ان کتابوں کی ایک ایک نقل تمام اسلامی ملکوں کو ارسال کرا دیں ۔ اور یہ کام جس قدر جلد ہو سکے ۔ کرا دیں ۔ فی الحال اپنے اعلان کی تردید کرنے کی ضرورت نہیں ۔ ہاں! خفیہ طور پہ ان لوگوں کی گرفتاری کا عمل شروع کر دیا جائے ۔ جو سڑکوں پہ نکلے ہوئے ہیں ۔ بہت حکمتِ عملی اور سکون سے کام لینا ہو گا۔"

"اچھی بات ہے جمشید ۔ پہلے میں ان کا مطالعہ کر لوں۔"

"ضرور کیوں نہیں ۔" وہ اٹھ گئے۔

دوسرے دن انھیں صدر صاحب کا فون ملا ۔ وہ کہہ رہے تھے :

"اُف جمشید ۔ یہ سب کیا ہے ۔ ان لوگوں کا تو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔"

"میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔"

"میں ان کی نقلیں تیار کرا رہا ہوں ۔ اب اس سلسلے میں وہی کیا جائے گا ۔ جو تم کہو گے۔"

"بہت بہتر سر ۔ پہلے میں مقامی آدمی پہ ہاتھ ڈالوں گا ۔ جو ہمارے ملک میں اس ساری سازش کو کنٹرول کر رہا ہے ۔ پھر ہم دوسرے ملکوں کی طرف بھی توجہ دیں گے ۔ وہ اس کام

میں اگرچہ وقت لگے گا ۔ لیکن سازش کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا جائے گا ۔ ان شاء اللہ۔"

"مقامی آدمی ۔ کیا مطلب ؟"

"یہاں یہ پیغام پھیلانے کا ذمے دار کون ہے ۔ وہی اپنے ہم مذہبوں کو کنٹرول کر رہا ہے ۔ جب تک اس کی گرفتاری عمل میں نہیں آ جاتی ۔ یا خاتمہ نہیں ہو جاتا ۔ اس وقت تک ہم کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔"

"بہت خوب! میں تمھاری طرف سے کسی خوش خبری کا انتظار کروں گا۔" انھوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"آؤ بھئی چلیں ۔ ذرا مجرم سے دو دو باتیں ہو جائیں ۔ اور ضرورت پڑی تو دو دو ہاتھ بھی ۔ اپنا اسلحہ ساتھ لے لو۔" انھوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا آپ جانتے ہیں ۔ وہ کون ہے ؟"

"جانتا نہیں تھا ۔ تمام حالات ، واقعات اور معلومات پہ غور کرنے کے بعد جان گیا ہوں۔" وہ مسکرائے۔

"تب پھر ہمیں بھی بتا دیں۔" فاروق بولا۔

"ابھی نہیں ۔ پہلے ہم اس تک پہنچ تو جائیں ۔" وہ بولے۔

"پھر بتانے کے لیے کیا رہ جائے گا۔" فرزانہ نے کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"شاید — پھر بھی بہت کچھ بتانا پڑے گا — ارے ہاں — ہم نے سیٹھ قاسم کے بارے میں معلوم نہیں کیا — وہ مل گئے ہیں یا نہیں۔"

"تو فون کر لیں۔" محمود نے کہا۔

انھوں نے سیٹھ قاسم کانگڑی والا کے نمبر ملائے — دوسری طرف سے سرفراز جانی کی آواز سنائی دی:

"بھئی سرفراز — میں انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں — آپ کے ابّو کا کیا رہا۔"

"وہ مل گئے ہیں سر — دو دن بعد ایک سڑک پہ بے ہوش پائے گئے تھے۔"

"کیا مطلب — انھیں تو مجرم ہلاک کرنا چاہتے تھے۔"

"جی ہاں — لیکن شاید وہ اپنے اقدام سے باز آ گئے۔"

"اوہ — یہ تو بہت خوشی کی بات ہے — سیٹھ صاحب گھر ہی ہیں۔"

"جی ہاں —"

"اچھا — ہم آ رہے ہیں — ان سے حالات تو معلوم کرنے ہوں گے۔"

وہ اسی وقت سیٹھ قاسم کانگڑی والا کے ہاں پہنچے — وہ خوش دکھائی دے رہے تھے — ان سے گرم جوشی سے ملے:

"آپ کو زندہ سلامت دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے اور

حیرت بھی — آپ کے دشمنوں نے اپنا پروگرام کیوں بدل دیا۔"

"ایک رقعہ مجھے اپنی جیب میں سے ملا تھا — اگر آپ دیکھنا چاہیں —" وہ بولے۔

"ضرور کیوں نہیں۔"

سیٹھ قاسم نے رقعہ ان کے سامنے کر دیا — اس پہ لکھا تھا:

"سیٹھ صاحب — معاف کیجیے گا — ہمیں آپ سے کوئی دشمنی نہیں — نہ ہم آپ کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ آپ کے قتل کا منصوبہ صرف اور صرف انسپکٹر جمشید اور ان کے بچوں کو الجھانے کے لیے بنایا گیا تھا — اور قتل کا کام کانگو سے لینے کا فیصلہ کیا گیا تھا — تاکہ مصنوعی پن نظر نہ آ سکے — آپ کی قسمت اچھی تھی کہ کانگو کے حملوں سے بچتے چلے گئے — اب چوں کہ ہم نے انسپکٹر جمشید کا کانٹا نکال دیا ہے — اس لیے آپ کو ایک سڑک کے کنارے اس رقعے کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں — فقط

"دوبالٹ کا پجاری"

انھوں نے رقعہ پڑھا — ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر انسپکٹر جمشید سیٹھ صاحب سے بولے:

"انھوں نے دو دن تک آپ کو کہاں رکھا۔"

MALIK JI
25-Jul-14

"میں نہیں جانتا — میں مکمل طور پر بے ہوش رہا ہوں — ہوش آیا تو سڑک کے کنارے پڑا تھا۔" وہ بولے۔

"خیر کوئی بات نہیں — اب ان میں سے ایک کی تحریر ہمارے ہاتھ لگ گئی ہے — بہت جلد میں ان تک پہنچنے والا ہوں۔"

"یہ روبالٹ کون ہے؟" سیٹھ قاسم بولے۔

"آپ کو جلد ہی ساری تفصیل سنا دی جائے گی — ویسے اگر آپ پسند کریں تو آپ کو عین اس وقت موقع پر بلا لیا جائے گا — جب مجرم کو گرفتار کیا جا رہا ہو گا۔"

"بھئی واہ — اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو سکتی ہے — ضرور بلائیے گا — میں تو پہنچوں گا اڑ کر۔"

"تب پھر تیار رہیں — کسی وقت بھی آپ کو میرا پیغام ملنے والا ہے۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے — اس کے بعد تین دن تک وہ حد درجے مصروف رہے — ادھر شہر میں پیغام کے متوالوں نے اودھم مچا رکھا تھا — ان کی طرف سے نعرے دن رات گونجتے رہتے تھے — محمود، فاروق اور فرزانہ کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ ان کے والد کہاں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں — تین دن بعد ان کا پیغام ملا —

"آ جاؤ بھئی — کیس مکمل ہو گیا ہے، اور اپنے انکل خان رحمان کو بھی لیتے آنا۔"

"لیکن کہاں آ جائیں؟"

"بس جہاں میں ہوں — وہیں آ جاؤ —" یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"یہ کیا بات ہوئی — جہاں میں ہوں — وہاں آ جاؤ۔" فاروق نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہمیں خود سوچنا پڑے گا کہ وہ کہاں ہو سکتے ہیں — اور یہ کوئی ایسی مشکل بات بھی نہیں ہے — پورے کیس کے حالات سے ہم واقف ہی ہیں — بس ذرا عقل پر زور دینے کی ضرورت ہے۔"

"ہوں — اور عقل پر زور دینے کا کام صرف تمھارا ہے — لہٰذا دو زور۔" محمود مسکرایا۔

"اچھا ٹھیک ہے —" اس نے کہا اور سوچ میں گم ہو گی — آخر اس نے سر اٹھایا اور بولی:

"میرا خیال ہے — ہمیں ہوٹل داراب جانا ہو گا۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں! اس لیے کہ رضوان خالد — جو انکل اکرام کو ملا — اس کا تعلق اس کاغذ سے ثابت ہو چکا ہے — وہ ہوٹل

MALIKJI
25-Jul-14

داراب کا نائب مینجر ہے۔ سیٹھ کانگڑی والا کو جو شخص قتل کرانا چاہتا تھا، اس نے بھی ہوٹل داراب میں کانگو سے ملاقات کی تھی، سنہری زنجیر گلے میں ڈالنے والے بھی ہوٹل داراب میں دیکھے گئے ہیں۔ ان حالات میں ہم ہوٹل داراب نہیں جائیں گے تو کہاں جائیں گے۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"تو پھر کر دو فون انکل کو۔" محمود نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"اور ہمیں اپنے ہتھیار بھی ساتھ لے لینے چاہییں۔ نہ جانے کیا حالات ہوں۔ ابا جان تو کبھی کسی ہتھیار کو ساتھ لینے کا خیال نہیں رکھتے۔ وہ تو بس کود پڑتے ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

فاروق نے خان رحمان کو فون کیا، محمود اور فرزانہ نے اپنے خاص ہتھیار نکالے اور روانہ ہو گئے۔ خان رحمان بالکل تیار ملے۔ انھیں لے کر وہ ہوٹل داراب پہنچے۔ باہر کھڑے ایک سادہ لباس والے نے انھیں فوراً اوپر ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ انسپکٹر جمشید انھیں دیکھ کر مسکرائے۔ کمرے میں اس وقت کئی بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ ان میں آئی جی صاحب

ڈی آئی جی صاحب، چند دوسرے ذمے دار آفیسر۔ سیٹھ کانگڑی والا، ان کا بیٹا سرفراز جانی، رضوان خالد، کانگو کریمی، اختر جلالی مینجر ہوٹل داراب شامل تھے۔ انسپکٹر جمشید نے ان سے تعارف بھی کرایا۔ وہ بھی بیٹھ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انھیں کسی کا انتظار ہو۔ آخر قدموں کی آواز ابھری۔ اور ایک عجیب سا شخص اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر سب لوگ ادب سے اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ انھیں بھی اٹھنا پڑا۔ اب جو انھوں نے غور سے اس عجیب شخص کو دیکھا تو۔ حیرت زدہ رہ گئے۔ وہ ملک کے موجودہ صدر تھے۔ لیکن اس وقت میک اپ میں تھے۔ اور بالکل نہیں پہچانے جا رہے تھے۔ کمرے میں موجود لوگوں کو شاید پہلے سے علم تھا۔ اور انھوں نے اپنی سراغرساں سے پہچانا۔

"آج کا یہ اجلاس کافی پُراسرار سا لگتا ہے جس میں انسپکٹر جمشید نے مجھے بھی شرکت کی دعوت دی اور یہ بھی درخواست کی کہ میں میک اَپ میں آؤں۔ ویسے مجھے بہت حیرت ہے۔"

"اس کی ضرورت تھی سر۔ اگر کسی کو بھنک بھی پڑ گئی کہ ہم یہاں کیوں جمع ہیں تو پورے ہوٹل داراب کو

MALIK JI
25-Jul-14

بھی اڑانے کا پروگرام بنایا جا سکتا ہے۔"

"ارے باپ رے — پھر تو ہمیں یہاں جمع نہیں ہونا چاہیے تھا۔" ایک آفیسر بولے۔

"فکر کی کوئی بات نہیں — میں نے حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں۔"

"خیر — کارروائی شروع کی جائے۔" صدر صاحب بولے۔

انسپکٹر جمشید نے پیش آنے والے حالات، واقعات تفصیل سے سنائے — اس پیغام کے بارے میں وضاحت کی — اس مذہب کی کتابوں میں جو تفاصیل پڑھی تھیں — ان کو دہرایا، حاضرین حیرت کا بت بنے سنتے رہے — آخر میں انسپکٹر جمشید نے کہا:

"اب سوال یہ ہے کہ ہمارے ملک کی حد تک ان تمام واقعات کا ذمے دار کون ہے — یعنی وہ کون شخص ہے — جو بازنطین کا کارندہ ہے اور جس نے یہ سب کام کرائے ہیں اور کرا رہا ہے — جب تک وہ گرفتار نہیں ہو گا — اس وقت تک اس پیغام کا بھوت لوگوں کے سروں سے نہیں اترے گا — اور اگر پوری دنیا کی سطح پر اس بھوت کو اتارنے کی کوشش نہ کی گئی تو پھر یہ بھوت اس قدر طاقت ور ہو جائے گا کہ معاملہ سنبھالے نہیں سنبھلے گا — لہٰذا ضرورت ہے اس بات

کی کہ اسلامی دنیا کو حقائق بتا دیے جائیں — یہ بات ان پر پوری طرح واضح کر دی جائے کہ بازنطین کے مذہب کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے — بلکہ وہ تو اسلام کے مخالف ایک مذہب ہے — اور اسلام کی جڑیں کاٹنے کے لیے بنایا گیا ہے — اور یہودی اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں — اس لیے کہ اسلام کے سینے میں خنجر وہ اسی طرح گھونپنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ لیکن اللہ نے چاہا تو ان کے ارادے خاک میں مل جائیں گے، ہم پوری اسلامی دنیا پر اس سازش کو ظاہر کر دیں گے — سب اسلامی ملک جان جائیں گے کہ ان کے عزائم کیا ہیں۔ یہ لوگ دراصل اسلام کا نعرہ لگا کر کرنا کیا چاہتے ہیں — خیر — یہ تو بین الاقوامی سطح پر ہو گا — اور ہمارے صدر اس سلسلے میں ایک بہت اہم کردار ادا کریں گے — اسی لیے اس اجلاس میں ان کی شرکت کو ضروری خیال کیا گیا اور انھیں زحمت دی گئی — اب میں اصل بات کی طرف آتا ہوں — ہمارے ملک میں اس سازش کو پھیلانے، عام کرنے اور ہنگامے وغیرہ کرانے کا کون ذمے دار ہے — سیٹھ قاسم کانگڑی والا کو موت کے گھاٹ اتارنے کا حکم دینے والا کون ہے — اور اس حکم کو ذریعے ہمیں الجھانے کا منصوبہ بنانے والا کون ہے — ہمیں ایک نامعلوم جگہ پر قید کر کے سسک سسک

MALIK JI
25-Jul-14

کہ مر جانے پر مجبور کر دینے والا کون ہے — میں اس کے
چہرے سے نقاب اٹھانا چاہتا ہوں — تاکہ ہم تو اپنے ملک
کے حالات پر قابو پا سکیں — یہ بھی بتاتا چلوں — یہ جو
ہمارے ملک کے بعض حصوں میں آئے دن توڑ پھوڑ ہوتی
رہتی ہے — گولیاں چلتی ہیں، بموں کے دھماکے ہوتے ہیں — ہر
شخص اپنے آپ کو غیر محفوظ خیال کرنے لگا ہے — تو اس
ساری توڑ پھوڑ میں ان لوگوں کا بھی ہاتھ ہے — یہ لوگ
چاہتے ہیں — ہماری حکومت بدامنی کا شکار ہو جائے — تاکہ
ایک خاص وقت پر یہ لوگوں کو احساس دے سکیں کہ اس وقت
کا نجات دہندہ — روبالٹ کا نائب ہے — اور بس — اس کی
جھولی میں گر جاؤ — اسی کو پوری دنیا کا رہنما مان لو — پھر
دیکھو — اسلام کو غلبہ حاصل ہوتا ہے یا نہیں — ایک سال
انھوں نے خانہ کعبہ میں بھی اس قسم کا ہنگامہ کیا تھا، وہ
ہنگامہ بھی انھیں بنیادوں پر کیا گیا تھا — کاش لوگ اس
بات کو سمجھ سکیں — یہ غلبہ اسلام دشمنی کا غلبہ ہو گا — اسلام
کا ہرگز نہیں — ہمیں جذبات میں لیا گیا — اصل بات کی طرف
آتا ہوں — ہم اس معاملے میں اس طرح الجھے کہ اکرام کو
ایک حادثے میں زخمی ہو جانے والے ایک نوجوان کی مدد
کرنا پڑی، اس کی کار کے پاس سے رول کیا ہوا ایک

کاغذ ملا — اس کاغذ پر وہ پیغام درج تھا، اکرام نے اسے ہسپتال
پہنچایا — اس طرح ہمارے محکمہ کے ایک اور آفیسر کے
ذریعے ایک شخص کی گرفتاری عمل میں آئی — وہ بازنطین کی
سرحد پار کر کے ہمارے ملک میں داخل ہو رہا تھا — اس
کے پاس سے بھی وہی پیغام پکڑا گیا — ادھر ہم اس معاملے
میں الجھے ادھر کسی نے سیٹھ قاسم کانگڑی والا کو قتل کی
دھمکی دے دی اور یہ دھمکی خالی پیلی دھمکی نہیں تھی — کسی
نامعلوم آدمی نے واقعی ایک کرائے کے قاتل کانگو کو ان کے قتل
پر مامور کیا تھا — جس کی تفصیلات ہمیں بعد میں معلوم ہوئیں —
خیر — اب ہمیں دو طرف توجہ دینا پڑی — مجھے سیٹھ قاسم کے
ہاں بھی جانا پڑا — میری موجودگی میں ان کی کوٹھی پر بم مارا
گیا — میں نے بم مارنے والے کا تعاقب کیا — اور اسے
پکڑنے میں کامیاب ہو گیا — اس واقعے میں عجیب ترین بات
یہ ہوئی کہ سیٹھ صاحب کی کوٹھی کا صرف ایک حصہ تباہ
ہوا — جب کہ بم بہت طاقت ور تھا — خیر یہ ان کی خوش
قسمتی تھی — گرفتار ہونے والے شخص کے پاس سے بم
برآمد ہوئے — پروفیسر صاحب نے ان کا معائنہ کرنے کے
بعد بتایا کہ بم بہت طاقت ور ہیں، لیکن عجیب بات یہ
ہوئی کہ طاقت ور بم نے سیٹھ صاحب کی کوٹھی کو بہت

MALIK.JI
25-Jul-14

معمولی نقصان پہنچایا تھا۔ اس کے فوراً بعد مجھے اس شخص کا خیال آیا جو اکرام کو زخمی حالت میں ملا تھا، اس نے اپنا نام رضوان خالد بتایا تھا اور یہ کہ وہ ہوٹل داراب میں نائب منیجر ہے۔ میں اسے ملنے اس کے گھر پہنچا۔ لیکن میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ جس شخص نے اپنا نام رضوان خالد بتایا۔ وہ دراصل بہرام لوٹا ہے۔ جو کہ ایک پرانا جرائم پیشہ ہے۔ میں نے اس کی نگرانی پہ ایک ماتحت کو مقرر کر دیا۔ اس نگرانی کے نتیجے میں ہم ہوٹل داراب پہنچے۔ یہاں بہرام لوٹا نے اپنے باس کو بلایا۔ باس کریمی صاحب ثابت ہوئے۔ انھیں بھی گرفتار کر لیا گیا۔ یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ وہ پیغام پھیلانے والوں میں شامل ہیں۔ لیکن اپنے باس کا نام وہ بھی نہ بتا سکے۔ ادھر سیٹھ قاسم صاحب کے گھر سے محمود کو ایک سیاہ زنجیر ملے کے پاس سے ملی۔ جو بم مارنے والے کی تھی۔ ایسے میں ایک زنجیر مجھے اس قیدی کے گلے سے ملی جو سرحد پار کرتا پکڑا گیا تھا۔ سوالات سے ظاہر ہوا کہ یہ زنجیر شناخت کے لیے گلے میں ڈالے رکھتے ہیں۔ اکرام نے بھی زنجیر والا ایک آدمی اکثر ہوٹل داراب میں دیکھا تھا۔ ان تمام واقعات نے ہوٹل داراب کو بہت اہمیت دے دی۔ اسی لیے ہم بھی یہیں موجود ہیں۔ اور سب لوگ بھی یہاں

موجود ہیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ کریمی وغیرہ کی گرفتاری کے سلسلے میں میں ادھر مصروف تھا۔ ادھر کوٹھی پر حملے ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ حملہ آور کوٹھی میں داخل ہو گئے۔ سادہ لباس والے بھی انھیں اندر داخل ہونے سے نہ روک سکے۔ اور اندر بہت زبردست قسم کی جنگ ہوئی۔ اس زبردست جنگ میں اگرچہ کامیابی زیادہ تر ہمارے ساتھیوں کو ہوئی۔ آخر میں جب حملہ آوروں نے سیٹھ صاحب کے کمرے کے دروازے پر ٹکریں ماریں۔ تو ادھر ان کے کمرے میں انھیں اغوا کیا جا رہا تھا۔ گویا کوئی اور پارٹی بھی ان کی جان کی دشمن تھی۔ ان کے اغوا کے بعد ان کی کوٹھی میں رہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لیے ہم نے گھر کا رخ کیا، لیکن وہاں بھی ہمارے لیے جال بچھایا جا چکا تھا۔ ہم اندر داخل ہوئے اور زہریلی گیس کا شکار ہو گئے، ہمارے دشمنوں نے ہمیں ایک نامعلوم منزل پر پہنچا دیا۔ وہ ایک بہت زبردست عمارت تھی۔ اس کے گرد بہت گہری کھائی تھی۔ دشمنوں نے وہاں میری بیگم اور پروفیسر داؤد صاحب کو نہیں پہنچایا تھا۔ انھیں گھر میں ہی چھوڑ دیا گیا تھا۔ وہاں سے ہم کس طرح نکلے۔ یہ تفصیل بھی بہت دلچسپ ہے۔ سن ہی لیجیے۔"

اور وہ تفصیل سناتے چلے گئے۔ آخر انھوں نے کہا:

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

کتابوں میں جو کچھ پڑھا — وہ بھی آپ کو بتا چکا ہوں — تمام واقعات بھی آپ کے سامنے ہیں — یہ کتابیں بھی یہاں موجود ہیں — یہ تمام ثبوت اس بات کے ہیں کہ ہمارا پڑوسی ملک بازنطین اور اس کا مذہبی رہنما دراصل پوری دنیا کے اسلامی ملکوں کے خلاف ایک سازش برپا کیے ہوتے ہیں — اور اگر تمام اسلامی ملکوں نے مل کر اس سازش کا خاتمہ نہ کیا تو پھر ایک عالم گیر خطرے کا سامنا کرنا ہو گا — وہ کتنا اور کس قدر خوف بہائے گا — اس کا شاید اس وقت اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا — خیر — یہ بعد کی باتیں ہیں — ہم اسلامی ملکوں کے سربراہوں کا اجلاس بلائیں گے — یہ حالات ان کے سامنے رکھیں گے، اور غور کریں گے — ہمارا اس وقت کا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کی سطح تک اس سازش کا سرغنہ کون ہے — جب میں نے فارغ ہونے کے بعد اس سوال کا جواب تلاش کرنا چاہا تو ایک ایک کر کے ہر آدمی کے بارے میں غور کیا — سب سے پہلے میرا پختہ شک ہوٹل داراب کے مینجر پر گیا — یہ مجھے ہر طرح مکمل مجرم نظر آئے — کیوں کہ یہ واقعہ ہوٹل داراب کی طرف اشارہ کر رہا تھا — اور یہ ہو نہیں سکتا کہ ہوٹل کا مینجر بے خبر ہو اور اتنے بڑے پیمانے پر ہوٹل کو استعمال کیا جاتے — ذرا غور کریں — سیٹھ قاسم کے نامعلوم دشمن نے کانگو سے ملاقات

ہوٹل داراب کے اسی کمرے میں کی — جس میں ہم اب بیٹھے ہیں — ہوٹل داراب کے نائب مینجر اپنی کار میں وہ پیغام لیے سفر کر رہے تھے — جب میں نے ان سے ملاقات کی تو وہ فوراً ہوٹل داراب کی طرف دوڑے — اور اپنے باس کو فون کیا — ان کے باس کی صورت میں جو شخص سامنے آئے — وہ کریمی تھے — ہوٹل داراب میں زنجیر والا آدمی بھی دیکھا گیا — کانگو کا ٹھکانا بھی ہوٹل داراب بنا رہا ہے — ان تمام باتوں کی موجودگی میں ہوٹل داراب کے مینجر مکمل طور پر مجرم نظر آئے — لیکن چند باتیں ایسی بھی تھیں — جو صاف نہ ہو سکیں — مثلاً — اگر یہ مجرم تھے — تو بہت اناڑی تھے — جب کہ ان تمام واقعات سے اناڑی پن بالکل ظاہر نہیں ہوتا رہا — ان کا اناڑی پن اس طرح نظر آیا کہ مجرم نے جو بم سیٹھ صاحب کے گھر کو تباہ کرنے کے لیے دیا — وہ اگرچہ بہت طاقت ور تھا — لیکن اس نے پوری کوٹھی کو تباہ نہیں کیا — دوسرے یہ کہ انھیں سیٹھ قاسم کو اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی، قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی — لہذا میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ مجرم ہو بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی — لہذا ان کے نام پر دائرہ لگا کر میں دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہوا، دوسرا نام میرے ذہن میں کریمی کا آیا — کریمی رضوان خالد عرف بہرام لوٹا کے باس کی حیثیت

سے ہمارے سامنے آئے — یہ ملک کی مشہور شخصیت بھی ہیں — ملک میں ان کا اثر رسوخ بھی ہے — بڑے بڑے لوگوں سے ان کے تعلقات بھی ہیں — یہ بھی اس سارے معاملہ کی پشت پر ہو سکتے تھے — لیکن یہاں بھی وہی دو باتیں سامنے آئیں، اگر یہ ماہر مجرم تھے تو انھوں نے ناکارہ بم کیوں اپنے کارندے کو دیا — اور سیٹھ صاحب کو اغوا کرنے کی انھیں کیا ضرورت تھی — وہ بھی عین اس وقت جب کہ ان کے آدمی سیٹھ رام کے دروازے پر ٹکریں مار رہے تھے — اس وقت تو ان کے کامیاب ہونے کی پوری امید تھی — لہذا میں نے ان کے نام پر بھی دائرہ لگایا — یعنی یہ مجرم ہو بھی سکتے تھے اور نہیں بھی — تیسرا نام سرفراز جانی کا ہے — یہ اپنے باپ سے بہت تنگ ہیں — جوا کھیلتے ہیں — دولت کی ہر وقت انھیں ضرورت ہے — باپ کو قتل کرانے کا منصوبہ بنا سکتے تھے —"

"ارے باپ رے — یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" سرفراز جانی نے گھبرا کر کہا۔

"خاموشی سے سنتے رہیے — پھر میں نے سوچا — اس کے ساتھ یہ اس سازش میں بھی شریک ہو سکتے ہیں — لہذا ہو نہ ہو — یہی وہ نامعلوم آدمی ہیں — لیکن یہاں بھی وہی سوال آڑے آیا — کہ آخر — انھیں اغوا کرنے کی کیا ضرورت

تھی — اور ناکارہ بم کیوں دیا — ناکارہ بم کا تو خیر یہ جواب بھی ہو سکتا ہے کہ بم میں بنانے کے وقت کوئی نقص رہ گیا — ورنہ وہ بم کم طاقت ور نہیں تھا — لیکن اغوا والی بات کا جواب کوئی نہ مل سکا — اور اس طرح میں نے ان کے نام پر بھی دائرہ لگایا اور آگے بڑھا — غور کیا تو خیال آیا — اغوا کرنے والی کوئی اور پارٹی بھی ہو سکتی ہے — خود کانگو نے بھی یہی کہا تھا کہ اس نے اغوا نہیں کرایا — کانگو کا باس بھی اس بات پر ناراض ہو رہا تھا کہ اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی — یہاں یہ عجیب بات سامنے آئی کہ کانگو — جو کرائے کا ایک قاتل ہے — خود مختار نہیں تھا — وہ خود کسی کی ماتحتی میں یہ سارے کام کرتا تھا — اس کی ہدایات پر عمل کرتا تھا — لیکن اس بات کا سوائے کانگو کے کسی کو بھی علم نہیں تھا — اب میں سوچ میں پڑ گیا — آخر کانگو کا باس کون ہے — مجھے ہر طرح یہ شخص مجرم نظر آیا — اگرچہ ذہن میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اسے اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی — اور کمزور بم دینے کی کیا ضرورت تھی — خیر میں نے کانگو کے باس کے نام پر بھی دائرہ لگایا اور سوچنے لگا — اس کیس کا اور کون مجرم ہو سکتا ہے — لے دے کے میرے پاس اب ایک ہی نام رہ گیا تھا — اور جب میں نے غور کیا تو اس کے پاس دونوں

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

باتوں کی معقول وجہ تھی — یعنی کمزور بم دینے کی بھی معقول وجہ تھی اور اغوا کی بھی — جب میں نے اور غور کیا تو وہ ہر طرح مجرم نظر آئے — جب میں نے مزید تحقیقات کا فیصلہ کیا — تو چند مزید حیرت انگیز باتیں معلوم ہوئیں — خیر پہلے یہ سن لیں کہ ان کا نام کیا ہے — پھر میں بتاؤں گا کہ اور کیا باتیں معلوم ہوئیں — ان کا نام سیٹھ قاسم کانگڑی والا ہے۔"

"کیا!!!" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا — مارے حیرت کے ان کے منہ کھلے کے کھلے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں — ان کے چہروں پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا — اور خود مجرم کا تو وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں — ایسے میں وہ سگریٹ کے کش لگانا بھول گیا — جب کہ جس وقت سے وہ یہاں آیا تھا — مسلسل سگریٹ پی رہا تھا —

آخری لمحات

چند لمحے موت کا سناٹا طاری رہا اور پھر صدر صاحب کی آواز ابھری:

"یہ تم نے کیا کہہ دیا جمشید۔"

"میں وضاحت کرتا ہوں سر — یہی کانگو کے باس ہیں — انھوں نے خود ہی کانگو کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ سیٹھ قاسم کو ہلاک کر دیا جائے — اور انھوں نے مجھے فون کیا کہ میں خطرے میں ہوں — دراصل انھیں یہ رپورٹ مل چکی تھی کہ میں پیغام والے معاملے کی طرف متوجہ ہو چکا ہوں — رضوان خالد اور اس قیدی سے بھی پہلے میں ایک آدمی سے ٹکرا چکا تھا — اور یہ پیغام میں نے اس کے پاس سے بھی برآمد کیا تھا — لیکن اس بات کو میں نے اپنے تک رکھا تھا — البتہ باس کو اس

بات کا علم ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ اب انسپکٹر جمشید اس تنظیم کے سرغنہ کا کھوج لگانے کے چکر میں پڑ جائے گا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا۔ کہ جب میں کسی بات کے پیچھے پڑ جاتا ہوں تو اس کی تہ تک پہنچ کر رہتا ہوں۔ لہٰذا یہ حضرت فکر مند ہو گئے اور آخر انھوں نے خود پر حملہ کرانے کا پروگرام بنایا۔ اس طرح ہمیں الجھائے رکھنے کا پروگرام بنایا۔ لیکن انھوں نے غلطی یہ کی کہ کانگو کو اشارتاً بھی نہ بتایا کہ وہ یہ خود پر کرا رہے ہیں۔ کانگو پہ دھن سوار ہو گئی کہ سیٹھ صاحب کو ہلاک کرنا ہے۔ لیکن کانگو بے چارے کو کیا پتا تھا کہ جس شخص سے اسے بم لینے ہیں، اسی کو ہلاک کرنا ہے۔ لہٰذا سیٹھ صاحب نے ناکارہ بم دے دیا۔ اس کے بعد کانگو کی کوششیں اور تیز ہو گئیں۔ اس نے حملے پہ حملے شروع کیے۔ یہاں تک کہ سادہ لباس والوں کو بھی وہ راستے سے ہٹانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے بے ہوش کرنے والی گیس کے بے آواز بم مار کر سادہ لباس والوں کو راستے سے ہٹایا اور اندر داخل ہو گیا۔ اب جب سیٹھ صاحب کے دروازے پر ٹکریں لگنے لگیں تو انھوں نے سوچا۔ اب خود کو غائب کرنا چاہیے۔

کہیں پیچ مچ قتل نہ کر دیے جائیں۔ ویسے انھوں نے اس کی تیاری بھی پہلے سے کر رکھی تھی۔ ایک پیچ کس تیار تھا۔ کھڑکی کے قبضے اکھاڑنے کے لیے۔ دراصل اگر یہ کھڑکی نہ اکھاڑتے تو پھر ہم لوگ حیران ہوتے کہ یہ حضرت گئے کہاں۔ مطلب یہ کہ اس کمرے کہ نیچے ایک عدد تہ خانہ ہے۔ اغوا کا تو انھوں نے ڈرامہ رچایا تھا۔ انھوں نے تو بس تہ خانے کا خفیہ دروازہ کھولا اور غائب ہو گئے۔ اس سے پہلے کمرے میں افراتفری مچا دی۔ تاکہ اغوا ہی نظر آئے۔ لیکن انھیں چاہیے تھا کہ پیچ کس کو مسہری کے نیچے سرکانے کی بجائے اپنے ساتھ تہ خانے میں لے جاتے اور کانگو سے بھی کہ دیتے کہ حملے فرضی ہونے چاہییں۔ لیکن وہ جو کسی نے کہا ہے نا کہ مجرم سے غلطیاں ضرور ہوتی ہیں۔ اور جرم چھپ نہیں سکتا تو درست ہی کہا ہے۔ انھوں نے اس چکر میں یہ ہدایت کانگو کو نہیں دی کہ معاملہ پوری طرح حقیقت نظر آئے اور ہم شک میں نہ پڑ جائیں۔ لگے ہاتھوں چند باتیں اور۔ ان کے کمرے میں ایش ٹرے سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھرا ملا تھا۔ گویا پریشانی کے عالم میں بے تحاشا سگریٹ پینے کے عادی ہیں، اب بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے آگے رکھا ایش ٹرے

MALIK JI
25-Jul-14

ٹکڑوں سے کس قدر بھر گیا ہے — یہ بھی ان کے خلاف ایک ثبوت ہے — وہ تہ خانہ بھی ثبوت ہے — ناکارہ بم بھی ثبوت ہے — اور بھی نہ جانے کتنے ثبوت مل جائیں گے، ویسے میں ان کے غائب ہونے کے بعد بھی ان کے گھر گیا تھا — ان کی بیوی سے ایک دو سوال کیے تھے اور لوٹ آیا تھا — اور اس وقت ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ سیٹھ صاحب کو اغوا نہیں کیا گیا اور یہ کہ مجرم دراصل وہی ہیں — آخر میں صرف ایک بات رہ گئی — یہ کہ بم ونٹاس کے بنے ہوئے تھے — گویا اس سازش کی پشت پہ ونٹاس بھی ہے — جو بازنطین کا ساتھ دے رہا ہے — ہو سکتا ہے — اور بھی اسلام دشمن ملک ان کی پشت پہ ہوں — یہ ہم بعد میں معلوم کرنے کی کوشش کریں گے — اس وقت آج کا مجرم حاضر ہے — ہاں مجرم اگر اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہے تو ہم سننے کے لیے تیار ہیں۔"

"کچھ بھی نہیں — صرف اتنا کہ تم لوگ مجھے گرفتار نہیں کر سکو گے — میں اپنی کمر کے گرد پہلے ہی ٹائم بم باندھ کر آیا ہوں — مجھے خوف تھا کہ کہیں انسپکٹر جمشید میری تہ تک نہ پہنچ گیا ہو — اگر یقین نہیں تو یہ — دیکھ لیں —"

اتنا کہہ کر اس کے قمیص الٹ دی — وہاں واقعی ایک عدد ٹائم بم بندھا تھا — اس پر وقت بھی انھیں وقت نظر آ گیا — بم پھٹنے میں صرف ایک منٹ باقی تھا —

"ایک منٹ باقی ہے — تم لوگ یہاں سے فوراً نکل جاؤ —" یہ کہتے ہوئے اس نے پستول بھی نکال لیا —

"لیکن کیوں نکل جائیں — تمھیں ہم سے کیا ہمدردی ہے — تمھارے ساتھ اگر ہم بھی ختم ہو گئے تو یہ تو تمھارے لیے خوشی کی بات ہو گی۔"

"میں کیوں مروں — میں خود کو بچاؤں گا — بم اس لیے باندھا ہے کہ تم لوگ بھاگنے پہ مجبور ہو جاؤ —" اس نے ہنس کر کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں ہو گا — ہوٹل پوری طرح گھیرے میں ہے —" انسپکٹر جمشید بولے۔

"پولیس والے میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"ٹھہرو فرزانہ — ایسا نہ کرنا۔" انسپکٹر جمشید چلائے۔

لیکن فرزانہ — جو بہت پہلے نہایت غیر محسوس طریقے سے اس کے عین پیچھے پہنچ چکی تھی — اپنے کلپ کا بٹن دبا چکی تھی — ایک تیز چمک پیدا ہوئی اور مجرم کا سر ڈھلک گیا — پروفیسر داؤد فوراً اٹھے اور بم کا تار نکال دیا —

"آپ مجھے کیوں روکنا چاہتے تھے۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت

MALIK JI
25-Jul-14

تھی۔

"میں نے تین دن تک بہت سے کام کیے ہیں۔ اس تہ خانے کو بھی جا کر دیکھا تھا جو اس کے کمرے کے نیچے ہے۔ اس میں یہ بم بھی موجود تھے۔ اور میں نے تمام بموں کو پہلے ہی ناکارہ کر دیا تھا۔ ان کی خفیہ پنیں نکال دی تھیں، اب اس بے چارے کو کیا پتا کہ میں کیا کر چکا ہوں۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"چلیے خیر۔ یہ بھی بُرا نہیں ہوا۔" اکرام نے کہا اور مجرم کی طرف بڑھ گیا۔

"ابھی ہمارا بہت کام باقی ہے۔ پوری دنیا کے اسلامی ملکوں سے اس سازش کی جڑیں اکھاڑنا ہیں۔ لہذا اس مرتبہ تم لوگ سہرے کی بات نہیں کرو گے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"جی بہت بہتر۔ سہرا ادھار رہا۔" فاروق بولا۔

اور کمرے میں موجود لوگ ہنس پڑے۔

MALIK JI
25-Jul-14

۲۰۰۰،۰۰ روپے کے نقد انعامات

پیغام کا بھوت کا انعامی سوال

س: انسپکٹر جمشید صہ ۱۵۲ پر سیٹھ قاسم کے گھر کیوں گئے تھے؟

○ موصول ہونے والے سب سے پہلے بیس درست جوابات پر فی کس ۱۰۰، ۱۰۰ روپے کا نقد انعام روانہ کیا جائے گا۔

○ انعامی سوال کا جواب اِسی صفحے پر نیچے دیے گئے کوپن میں لکھیں اور دیے گئے نشان سے کوپن کاٹ کر مندرجہ ذیل پتے پر ارسال کریں:

اشتیاق احمد، ڈی ۸/۶ سٹیلائٹ ٹاؤن، جھنگ پوسٹ کوڈ ۳۵۲۰۶

پیغام کا بھوت کا جواب

جواب: _____

_____

بھیجنے والے کا نام: _____

پتا: _____

_____

ایک بار پھر نئے فائدے

xxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxxx

- آیندہ ماہ آپ خاص نمبر "سمندر کا دروازہ" پڑھیں گے ۔
- "سمندر کا دروازہ" اس وقت تک لکھے جانے والے تمام ناولوں میں انوکھا ترین ناول ہوگا۔ یہ ناول تینوں پارٹیوں پر مشتمل ہوگا اور قیمت ۲۴/۰۰ روپے۔
- آپ ۲۴/۰۰ روپے ارسال کرکے نہ صرف ناول حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ ایک عدد خوب صورت آٹوگراف بک بھی حاصل کریں۔ جس پر اشتیاق احمد آپ کو آٹوگراف بھی دیں گے ۔
- ۲۴ روپے کے ساتھ اگر آپ ۶ روپے جمع کرکے ارسال کریں گے تو آپ کو ارسلان سیریز کا ناول بھی ساتھ ملے گا ۔
- اور اگر ۲۴ + ۶ + ۴ روپے ارسال کریں گے تو چمکتا ہوا چاند ستارے کا نیا شمارہ بھی حاصل کر سکیں گے ۔
- چاند ستارے کے سابقہ شمارے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو فی شمارہ ۴/۰۰ روپے کا اضافہ کریں ۔
- ان تمام فائدوں کے علاوہ آپ ۶۰۵۰/۰۰ روپے کے انعامات حاصل کرنے کے امکانات بھی روشن بنائیں گے، کیوں کہ اس طرح آپ کو ناول اور چاند ستارے بروقت گھر بیٹھے مل جائیں گے۔ اور آپ انعامی سلسلوں میں عین وقت پر حصّہ لے سکیں گے ——— شکریہ !

۵۰۰۰،۰۰ روپے کے نقد انعامات

MALIK JI
25-Jul-14

آیندہ خاص نمبر کی ایک جھلک

۲۰ جون کو پڑھیے

قیمت : ۲۴/۰۰ روپے

محمود، فاروق، فرزانہ، انسپکٹر جمشید،
آفتاب، آصف، فرحت، انسپکٹر کامران مرزا
اور ——— شوکی برادرز کی مشترکہ مہم

اکیسواں خاص نمبر

سمندر کا دروازہ

——— مصنّف : اشتیاق احمد ———

- ناول تو آپ نے اپنی زندگی میں اَن گنت پڑھے ہوں گے ۔
- لیکن اس موضوع پر آج تک اُردو میں کوئی ناول نہیں لکھا گیا ۔

MALIK JI
25-Jul-14

○ قریباً ڈیڑھ سال پہلے ڈاکٹر سعید مختار نے مجھے اس موضوع پر لکھنے کے لیے کہا۔

○ میں غور کرتا رہا، لیکن کسی طرح بھی کوئی پہلو ہاتھ نہ آیا ۔ مجھے اس موضوع پر ناول لکھنا قریباً قریباً ناممکن محسوس ہوتا رہا ۔ ہر بار میں انھیں یہی جواب دیتا رہا کہ خیال میرے ذہن میں موجود ہے ۔ اور ایک دن ضرور میں اس پر ناول شروع کروں گا ۔ لیکن کوشش کے باوجود شروع نہ کر سکا ۔ شروع کرتا بھی کیسے ۔ ذہن تیار ہی نہیں ہو رہا تھا ۔ ہر بار ہمت جواب دے جاتی ۔ کہ نہیں ۔ میں نہیں لکھ سکوں گا ۔ لکھ ہی نہیں سکتا ۔ یہ میری طاقت سے ۔ میری سمجھ سے باہر ہے ۔ اس موضوع پر تو صرف وہ لوگ لکھ سکتے ہیں ۔ جو خود چل کر بحرِ اوقیانوس کے اس مقام تک جائیں ۔ ایک مدت تک لوگوں سے، تجرباتی اداروں سے اور ان ٹیموں سے ملاقاتیں کریں ۔ جنھوں نے اس موضوع پر کام کیا ۔ اور یہ میرے لیے ممکن نہیں تھا ۔ نہ وسائل ۔ نہ وقت ۔ پھر بھی میں غور کرتا رہا ۔ امکانی پہلوؤں کا جائزہ لیتا رہا ۔ لیکن ایک دن اچانک ۔ سارا ناول نظروں کے سامنے گھوم گیا اور میں حیرت زدہ رہ گیا ۔

○ اس تفصیل کی جھلک دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک انوکھے ترین موضوع پر مشتمل یہ ناول آپ کے لیے بھی اَن گنت حیرت کے سمندر لے کر آ رہا ہے ۔

○ ان سمندروں میں ڈوبنے کے لیے ابھی سے تیار ہو جائیں ۔

○ موضوع کے انوکھے پن کے ساتھ ساتھ ناول اس بار ضخامت میں پھر چند قدم آگے بڑھ گیا ہے ۔ یعنی یہ منی خاص نمبروں کا بڑا بھائی ضرور معلوم ہوگا اور میرے ابتدائی خاص نمبروں کی ضخامت کو چھوتا نظر آئے گا ۔ اسی لیے تو قیمت ۲۴/۰۰ روپے رکھی گئی ہے ۔

○ تینوں پارٹیوں کی ملاقات اس مرتبہ انتہائی حیرت انگیز حالات میں ہو رہی ہے ۔ آپ بہت خوش ہوں گے ۔

○ اس بار کا سفر ان کے لیے حد درجے طویل بھی تھا اور مختصر ترین بھی ۔ یہ کیسے ۔ آپ پڑھ کر ہی جان سکیں گے ۔

○ ایک ہوٹل کے ہال میں انسپکٹر کامران مرزا حیرت انگیز لڑائی لڑتے ہیں ۔

○ لیکن کچھ دیر بعد اُن کی جگہ انسپکٹر جمشید کو لینا پڑی ۔ آخر کیوں ؟

○ شو کی برادرز ایک ریستوران کے مالک کے نرغے میں نظر آئیں گے ۔

○ ان تینوں پارٹیوں کے گرد جال بُنا گیا تھا ۔ یا وہ دوسروں کے گرد جال بُن رہے تھے ۔

○ خان رحمان کو دو کروڑ روپے دے کر ایک لانچ کرائے پر لینا پڑی ۔

○ منور علی خان انھیں ایک حیرت انگیز بات بتاتے ہیں ۔

○ ایک ایسے جزیرے کی کہانی ۔ جس میں اُترنا ناممکنات میں سے تھا ۔

MALIK JI
25-Jul-14

- سمندر کے ایک ایسے حصے کے واقعات ۔ جس نے پوری دُنیا کو ہلا ڈالا ۔
- پوری دُنیا اس حصے کا راز جاننے کے لیے بے چین ۔
- سالہا سال کی کوششوں کے بعد بھی کوئی اس حصے کا راز نہ جان سکا ۔
- اس جزیرے پر کیا ہو رہا تھا ۔ اور کیا ہوتا رہا تھا ۔ آپ کے لیے اَن گنت جھٹکے ۔
- اس ناول کو پڑھنے سے پہلے آپ کو چاہیے ۔ کہ جھٹکوں پر جھٹکے کھانے کی پوری طرح مشق کر لیں ۔ آپ تھک جائیں گے ۔ لیکن حیرت کے جھٹکے ختم نہیں ہوں گے ۔
- انسپکٹر جمشید ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد ایر پورٹ پر موجود تھے اور ایک جہاز کا انتظار کر رہے تھے ۔
- لیکن جہاز کہاں تھا ۔ وہ تو فضا میں ہی غائب ہو گیا تھا ۔
- اسے گرتے کسی نے نہیں دیکھا تھا ۔
- ایک ایسا راز ۔ جس نے سب کی سٹی گم کر دی ۔
- کم از کم حیران ہونے کا ریکارڈ آج تک کا یہ ناول ضرور توڑے گا ۔ آپ کہ اُٹھیں گے ۔ آج تک ہم اس قدر حیران کبھی نہیں ہوئے ۔
- قدم قدم پر حیرت انگیز لڑائیاں ۔ سپنس ۔ تعجب ۔ غائب

ہونے والی لاتعداد سٹیاں ۔ آپ خود کو بھی غائب ہوتا محسوس کریں گے اور ناول کے تیز دھارے کے ساتھ تنکے کی طرح بہ جائیں گے ۔ ہوش تو اس وقت آئے گا ۔ جب ناول ختم ہو جائے گا ۔

لہٰذا

- اپنا ناول فوراً بک کرا لیں ۔ ہو سکتا ہے ۔ آپ سٹالوں پر جائیں اور آپ کو ختم ہو گیا کے الفاظ سُننا پڑیں ۔ آپ کو یاد ہو گا ۔ میں نے جب بھی یہ بات وثوق سے کہی ۔ ایسا ہی ہوا ۔ اور آپ کو پچھتانا پڑا ۔ اس لیے ۔ اگرچہ یہ خاص نمبر ۲۰ جون کو شائع ہو گا اِن شاء اللہ ! لیکن آپ اسی وقت سے اسے خریدنے کی تیاری کر لیں ۔ ۲۴/۰۰ روپے سٹالوں پر جمع کرا دیں ۔ یا پھر براہِ راست ہم سے منگوانے کے لیے منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر کرنا شروع کر دیں ۔
- مزے دار فائدے کے لیے الگ اشتہار ملاحظہ فرمائیں ۔ خاص نمبر کے ساتھ آپ مزے دار فائدے بھی حاصل کر سکیں گے ۔

اور

- ۵۰۰۰/۰۰ روپے کا نقد انعام الگ رہا ۔

مشہور و معروف مصنف اشتیاق احمد
کے سنسنی خیز ہنگامہ آرا، مزاح اور
جاسوسی سے بھرپور ناول

MALIK JI
25-Jul-14

اب ہر ماہ 4 نئے ناول

* اشتیاق احمد بچوں کے ادب میں ایک نئے انداز کے طور پر جانے پہچانے جاتے ہیں۔
* اب تک چھوٹے بڑے 683 ناول لکھ چکے ہیں۔
* ان میں سوا سو صفحات والے ناولوں سے لے کر 2 ہزار صفحات والے ناول تک شامل ہیں۔
* اشتیاق احمد دنیا کے واحد مصنف ہیں... جنھوں نے دو ہزار صفحات کا بچوں کا ناول لکھا۔ یہ عالمی ریکارڈ ہے۔
* 683 ناولوں کا ریکارڈ بھی عالمی ہے۔ آج تک بچوں کے کسی ناول نگار کے اتنے ناول نہیں ہیں۔
* یہ سلسلہ الحمدللہ تاحال جاری ہے...

انداز بک ڈپو

9/12 نصیر آباد۔ سانده کلاں۔ لاہور

☎ 7112969-7246356